اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی انار اللہ مرقدہ
کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

فہرست

ناشر:......مجلس تحفظ حدیث وفقہ بہاولپور
0301-7790908
برائے ''ترسیلِ زر''......و......رابطہ:
03344612774

زرسالانہ 240 روپے

عرضِ خادم مدیر کے قلم سے

دینی تعلیم......اور......مسلکی پختگی

دن رات، ماہ وسال گزرنے کے ساتھ ساتھ دینی مدارس اور طلباء کی تعداد بڑھتی ہی چلی جارہی ہے، گزشتہ سال ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے تحت امتحان دینے والے طلبہ وطالبات کی تعداد دولاکھ بارہ ہزار (2,12,000) سے زائد تھی۔ جن میں سے دورہ حدیث کے فضلاء یعنی عالم بن کر نکلنے والے ماشاءاللہ ہزاروں میں اور یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ چودہ صدیوں میں صرف ایک ملک کے علماء وفضلاء کی سالانہ تعداد اتنی شاید ہی کبھی ہوئی ہو۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ علماء ومدارس کی تعداد کے بڑھنے کے باوجود فتنوں کی کثرت بلکہ بھرمار ہے اور عوام الناس ان فتنوں کا مسلسل اور دھڑا دھڑ شکار ہوتے چلے جارہے ہیں، اور اہل مدارس سے اس کا کوئی صحیح سدباب نہیں ہو پارہا جیسا کہ ہونا چاہیے۔

ہم اپنے اکابر کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ یہی علوم حاصل کرتے اور یہی کتابیں پڑھتے تھے لیکن ہر قدیم وجدید فتنے سے کلی باخبر اور اس کے تریاق کے لیے شب وروز ایک کیے رہتے تھے، نہ صرف فتنے سے باخبر بلکہ فتنے کی پہچان میں بھی خوب دوررس نگاہ رکھتے تھے۔ قادیانی امت کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے دعوائے نبوت ومسیحیت ومہدویت والوہیت سے بہت پہلے ہمارے اکابر نے اس ''فتنہ'' کی بوسونگھ کر امت مسلمہ کو خبردار کرنا شروع کردیا تھا۔ **شیخ العرب والعجم** حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو دیکھ لیجیے ''مودودی فتنہ'' کو کیسے تاڑا اور پھر اس کے تعاقب میں اور امت مسلمہ کو اس کے جال میں پھنسنے بلکہ الجھنے سے بھی بچانے کے لیے دن رات ایک کردیئے۔ اور حضرت مدنی ہی کو اس نظر سے بھی دیکھیے کہ بریلوی مکتب فکر کے بانی مبانی اور مسلک بریلوی کی بنیاد اور جڑ جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کا کس زور سے تعاقب کیا اور امت مسلمہ کو ان کا شکار ہونے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

ہم بھی آج وہی کتابیں پڑھتے ہیں اور انہی علوم کے رسیا ہیں لیکن پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے مدارس کے فضلاء عوام الناس کو نت نئے فتنوں سے بچانے کی بجائے خود ان کا شکار ہو کر عوام الناس کی ایک بڑی تعداد کو اس فتنے کا شکار کرنے کا سبب بن جاتے ہیں......؟ اور کیا وجہ ہے کہ ہم بھی وہی فنون سمجھتے اور سمجھاتے

ہیں لیکن پھر بھی جاوید غامدی جیسے جہلاء کے شکنجے میں پھنس کر امت میں انتشار پھیلانے کا سبب بن جاتے ہیں......؟

سوچیں......غور کریں......اور......اس کی وجوہات تلاش کریں۔ماحول پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہم اس فکری آوارگی کے جن اسباب تک پہنچ سکے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔مطالعہ میں بے احتیاطی	۲۔اہل مدارس کی فتنوں سے آگاہی کی طرف عدم توجہ
۳۔اکابر پر عدم اعتماد	۴۔شیخ کامل کی صحبت سے محرومی

۱......مطالعہ میں بے احتیاطی:

اس بات سے ہر عقلمند واقف ہے کہ تیراکی سیکھنے والا روزِ اول ہی سے سمندر میں چھلانگ نہیں لگاتا، اگر نادانی کر بھی دے تو لامحالہ چند گھنٹوں بعد اس کا جنازہ تیار ہوتا ہے، اور اگر وہ ابتداً کسی ماہر استاد کی نگرانی میں کم پانی میں تیراکی سیکھتا ہے تو بالآخر وہ ماہر تیراک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے حتیٰ کہ تیراکی میں اس کا مقابل کوئی نہیں ہوتا۔اور وہ خود سمندر میں ڈوبنے سے محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی بھی ڈوبنے والے کی جان بچالیتا ہے۔

پہلے ''نادان'' کی سی صورت حال ہمارے ان ''محققین'' کی ہے جنہوں نے کسی ماہر استاد کی نگرانی سے آزاد ہو کر از خود تحقیق کے سمندر میں چھلانگ لگادی، آج ان کا مسلکی و دینی جنازہ نکل چکا ہے۔اور جو طلباء یا فضلاء اپنے اساتذہ کی نگرانی میں پہلے اپنے دلائل کا مطالعہ کر لینے بعد اہل باطل کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے اسے قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ''باطل'' کے سمندر میں غرق نہیں ہوتے بلکہ دوسروں کو غرق ہونے سے بچانے کی بھی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

ہمارے دینی مدارس کے طلباء اگر کسی ماہر محقق کی نگرانی میں ''اصولِ تحقیق'' اور ''آدابِ تحقیق'' سیکھنے کے بعد میدانِ تحقیق میں قدم رکھیں تو ان شاء اللہ نہ صرف یہ کہ خود ڈوبنے سے محفوظ رہیں گے بلکہ امت مسلمہ کو ''فتنوں کے سمندر'' میں غرق ہونے اور ان کے مسلکی و دینی جنازے نکلنے سے بچالیں گے۔

اور جس طرح والدین اپنے بچوں کو تیراکی سیکھنے سے قبل سمندر یا کسی بھی گہرے پانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتے، اسی طرح ان کی یہ بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو کسی ماہر تحقیق کی نگرانی میں ''اصول وآدابِ تحقیق'' سیکھنے سے قبل میدانِ تحقیق میں اترنے کی اجازت نہ دیں۔

۲......اہل مدارس کی فتنوں سے آگاہی کی طرف عدم توجہ:

جن مدارس کی طرف سے طلباء کو اپنے مسلک کی واقفیت کے ساتھ فتنوں کی آگاہی نہیں کرائی جاتی اور جن کے طلباء مماتی اور میواتی تک میں فرق نہیں کر سکتے ان کے طلبہ بڑی آسانی سے فتنوں کا شکار ہو جاتے

ہیں۔کاش کہ ''وفاق المدارس العربیہ'' کے ارباب حل وعقد اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

ہمارے ناقص خیال میں اگر حضرت مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ کی تالیف انیق ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ (مدلل)'' جو کہ بعض مدارس میں داخل نصاب ہو بھی چکی ہے، اور اس کے ساتھ بندہ کے والد مکرم مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ کی تالیف لطیف ''برصغیر میں اسلام کی آمد......اور......اسلامی عقائد و نظریات'' جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات، دورِ حاضر کے فتنوں کے مختصر تعارف کے ساتھ ساتھ اکابر دیوبند کی مختصر تاریخ پر بھی مشتمل ہے۔دونوں داخل نصاب ہو جائیں تو یہ ضرورت بڑی حد تک پوری ہو جائے گی۔

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ العالی کے فرمان عالی

''کہ اگر اللہ کے ہاں اجمالی ایمان مقبول ہے تو میرے وہی عقائد ونظریات ہیں جو امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے ہیں۔''

کی روشنی میں طلباء کرام وفضلاء عظام از خود مندرجہ بالا دو کتب کے علاوہ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر، قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہما اللہ کی کتب کے ساتھ ساتھ شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہما اللہ کی کتب بھی مطالعہ میں رکھیں تو ان شاء اللہ کوئی باطل ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔

بالخصوص فضلاء کرام کے لیے تو حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب شہید رحمہ اللہ کی نصیحت بہت ہی مفید اور نافع ہوگی، وہ طلبہ علم سے فرمایا کرتے تھے......

''آپ لوگوں کو چاہئے کہ سب سے پہلے حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر کی کتابیں اچھی طرح سے گھول کر پی لیں پھر ان شاء اللہ آگے کے کام آسان ہو جائیں گے......''

۳......اکابر پر عدم اعتماد:

کسی بھی گمراہی کا بنیادی اور سب سے بڑا سبب اپنے اکابر واسلاف پر ''عدم اعتماد'' ہوتا ہے، جن لوگوں کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اعتماد اٹھا وہ پورے کے پورے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے......جو اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے بارے شکوک وشبہات کا شکار ہوئے ان کے پاس بھی ایمان نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ سکی......جن کا ائمہ مجتہدین سے اعتماد اٹھ گیا وہ بھی آج تک ضلالت وگمراہی کی بھول بھلیوں میں ٹکریں مار رہے ہیں، ان میں سے کچھ قادیانی اور مرزائی بن چکے ہیں اور کچھ لامذہب......جنہوں نے جمہور اہل سنت پر اعتماد نہیں کیا اور اسلام کی من گھڑت تشریحات کر کے اپنا ''پیٹ'' بھرنا شروع کر دیا ان کے پیشوا آج اسلام کی قید سے آزاد ہو کر مشرکین مکہ اور دورِ جاہلیت کی دیگر رسموں کو پھر سے زندہ کر کے ''بت پرستی'' کو

فروغ دے رہے ہیں......جس طبقہ نے اکابر دیوبند پر بے اعتمادی کی، آج وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی میں ہر حد کو کراس کر کے ''دورِ حاضر کے معتزلہ'' کی صورت اختیار کر چکا ہے......جو ''دانشور'' باطل اور لایعنی تاویلات کر کے امت کے ''اجماعی مسائل'' کو اپنے لیے نا قابل قبول قرار دیتے تھے وہ آج گستاخان رسول اور شاتمان پیمبر کے دفاع جیسی ''عظیم خدمت'' کے لیے کمر بستہ ہو کر اپنے ایمان کی آخری حدیں کراس کر رہے ہیں......جن ''تحقیق کے شوقینوں'' کو اکابر اہل السنۃ والجماعۃ سے تلمذ کے باوجود غامدی جیسے جہلاء کی شاگردی اچھی لگی آج وہ ہر حلقہ میں قابل ملامت ولائق طعن دکھائی دیتے ہیں۔

الغرض اسلاف کے جس کسی بھی طبقے پر جس کسی نے بھی ''بے اعتمادی'' کی اس نے ٹھوکر کھائی اور بہت بری کھائی......ہم اگر اپنے اسلاف کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور علماء دیوبند کے ''اجماعی مسلک'' کے علاوہ کسی بھی ''عقلمند'' کی کسی بات پر کان نہ دھریں تو ان شاء اللہ ''راہِ ہدایت'' ہم سے گم نہیں ہو گی۔

''اعتماد'' کے فائدے پر ایک واقعہ عرض کرتا چلوں: گوجرانوالہ کے ایک باباجی پوری پابندی سے پانچ وقت کی نماز با جماعت مسجد میں ادا فرماتے تھے، ایک دن کچھ نوجوانوں نے منصوبے کے تحت ان کو گھیر لیا اور کہنے ''باباجی! آپ اتنی سردی میں صبح کے وقت گرم بستر چھوڑ کر مسجد تشریف لاتے، ٹھنڈے یخ پانی سے وضو کرتے اور ماشاء اللہ با جماعت نماز ادا کرتے ہیں، لیکن افسوس کہ آپ کو نماز کا ثواب پورا نہیں مل رہا۔'' باباجی نے پوچھا وہ کیوں؟ انہوں نے کہا: ''وہ اس لیے کہ آپ کی نماز سنت کے مطابق نہیں ہے۔'' باباجی نے پوچھا کہ: ''کون سی سنت چھوٹ رہی ہے بیٹا؟'' وہ کہنے لگے ''رفع یدین والی''، باباجی نے ان سے کہا؛ ''میری بات غور سے سنو! میں مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا مرید ہوں، میں نے کافی عرصہ ان کے ساتھ گزارا ہے، اور میں نے کبھی بھی ان کو نماز کے دوران رفع یدین کرتے نہیں دیکھا، اور میرا لاہوری تو کسی ''مستحب'' کو بھی ترک نہیں کرتا تھا، چہ جائیکہ ''سنت'' چھوڑ دے......!!! اگر ''رفع یدین'' سنت ہوتا تو حضرت لاہوری کبھی نہ چھوڑتے۔'' باباجی کی بات سن کہ سب نوجوان اِدھر اُدھر کھسک گئے۔ اب آپ غور کریں اس عام آدمی کو ''گمراہی'' سے کس چیز نے بچایا......؟ یقیناً اکابر پر اعتماد نے۔ تو جب ایک عام آدمی کو اپنے اکابر پر اس درجہ کا اعتماد ہے تو دین دار طبقہ کو اپنے اکابر پر اس کہیں زیادہ اعتماد اور بھروسہ ہونا چاہیے۔

دینی مدارس کے طلباء وفضلاء کا کسی غیر عالم کے جھانسے میں آنا تو کسی بھی طرح عقل میں نہیں آتا۔ محقق اہل سنت، وکیل صحابہ واہل بیت حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ کی خدمت میں ایک حاضری کے موقع پر مودودی صاحب کا تذکرہ چھڑ گیا تو فرمانے لگے کہ ''مودودی صاحب ذکی بھی ہیں ذہین بھی، اچھے قلم کار بھی ہیں اور فطین بھی، یہ سب کچھ ہیں لیکن ''عالم'' نہیں۔ اسی طرح جاوید غامدی کے بارے میں فرمایا کہ وہ تو

پرلے درجے کا ''جاہل'' ہے۔علماء کا شریعت میں غیر عالم کی پیروی اور اقتداء کرنا مجھے تو سمجھ نہیں آتا......!!''

اگر کوئی نام نہاد عالم دین قرآن وحدیث اور دلائل کا سہارا لے کر ہمارے مبتدی طلباء کو پھسلانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ طلباء ''شش وپنج'' اور ''شک'' میں مبتلا ہو کر ''راہِ حق'' سے اپنے قدم ڈگمگانے لگتے ہیں، حالانکہ چاہیے تو یہ تھا وہ مبتدی جسے دلائل نہیں آتے وہ یہ جواب دیتا کہ ''قرآن وحدیث اور فقہ وتاریخ کو ہم سے زیادہ ہمارے اکابر نے سمجھا ہے، وہ وسیع المطالعہ بھی تھے اور دیانت دار بھی، ان کی نظر گہری بھی تھی اور وہ باریک بین بھی، یہ سب آیات اور احادیث اور دیگر دلائل ان کے پیش نظر بھی یقیناً تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اگر ان کا یہ مطلب اخذ نہیں کیا جو آپ کشید کر رہے ہیں تو لامحالہ آپ کی سمجھ میں فرق ہے یا آپ کے مطالعہ میں کمی ہے یا پھر آپ دیانت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں، اس لیے ہم ان آیات اور احادیث کے اُسی مفہوم کو درست تعبیر کرتے ہیں جو اکابر علماء دیو بند نے بیان فرما دیا اور بس''۔ یہ جواب دیا جائے تو ان شاء اللہ کسی فتان کی مجال نہیں کہ ''راہِ حق'' سے کسی طالب علم کے قدم ڈگمگا سکے۔

۴......شیخ کامل کی صحبت سے محرومی

ہمارے شیخ ومرشد شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''ہر فتان (فتنے باز) ''صحبت'' سے محروم ہوگا۔'' یقیناً ''صحبت'' سے محرومی ہی فتنے میں پڑنے کا سبب بنتی ہے، گذشتہ سطور میں جن بابا جی کا واقعہ آپ نے پڑھا، ان کا گمراہی سے بچنا ''اکابر پر اعتماد'' کی وجہ سے تھا، اور اکابر پر اعتماد ان کو کیسے نصیب ہوا؟ صرف اور صرف شیخ کامل کی ''صحبت'' سے۔

آپ دیکھ لیجیے، جن اکابر کو اوج ثریا کی بلندی ملی، جنہوں نے اپنے اسلاف کا نام روشن کیا اور قرآن وحدیث کی صحیح خدمت کی، وہ سب کے سب کسی نہ کسی ''مرشد کامل'' کے فیض یافتہ تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ جیسے اساطین علم بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ جیسے ''شیخ کامل'' کی ''صحبت'' اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔

اگر ہم خوب غور وتلاش کے بعد صحیح العقیدہ، باعمل، متبع سنت اور اجازت یافتہ ''شیخ کامل'' کی ''صحبت'' اختیار کر لیں تو شیطان کی کیا مجال ہے کہ ''صراطِ مستقیم'' سے ہمیں گمراہ کر سکے۔؟

اور یہ ملحوظ رہے کسی کو ''مرشد'' بنانا محض حصول برکت اور نسبت جوڑنے کے لیے ہی نہیں ہوتا بلکہ اصل مقصد ''اصلاحِ نفس'' اور جملہ امور (معاشی، معاشرتی، خاندانی، گھریلو، ذاتی غرض ہمہ قسم امور) میں ''راہ نمائی'' ہے، جہاں یہ مقصد اتم طریقے پر پورا ہوتا نظر آئے میرے خیال میں وہاں دیر کیے بغیر سر جھکا کر بیعت کر لینے میں ہی عافیت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب کرے۔ آمین۔ خادم اہل سنت......حمزہ احسانی

قائد اہل سنت رحمہ اللہ

کشف و کرامات......اور......کشفی فتنے

شریعت وطریقت:

شریعت وطریقت میں کوئی باہمی تضاد وتخالف نہیں ہے، جیسا کہ عوام میں مشہور ہو گیا ہے۔ بلکہ شریعت ہی تمام ظاہری وباطنی کمالات کی اصل ہے۔ کیونکہ شریعت رب العالمین کے اس کامل وجامع قانون وضابطہ کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی حضور رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی امت کی اصلاح وہدایت کے لیے عطا کیا گیا ہے اور جس کی پیروی کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے جس کی اطاعت کا خود اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** (جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی)۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** (آپ فرما دیجیے کہ اگر تم لوگ اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع (پیروی) کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کریگا)۔ تو جب قرآن مجید میں خود حق تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور حضور کی اتباع کو اپنی محبت کے حصول کا واسطہ قرار دیا ہے۔ تو پھر کوئی مسلمان کیونکر شریعت وسنت کی اتباع کو ایک معمولی اور ادنیٰ کام سمجھ سکتا ہے۔ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں ''کل حقیقة ردتها الشریعة فهی زندقة'' (یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ حقیقت نہیں بلکہ بے دینی اور الحاد ہے)۔ اور قطب زماں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کی عظمت سمجھانے کے لیے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جلد اول میں سے مکتوب ۳۶ کا حسبِ ذیل ترجمہ پیش کیا ہے جو آپ نے ملا حاجی محمد لاہوری رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمایا تھا کہ:

> ''شریعت کے تین جز ہیں، علم، عمل، واخلاص۔ جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو دنیا وآخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے۔ **ورضوان من اللہ اکبر** (اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔) لہٰذا شریعت مطہرہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔ طریقت اور حقیقت، جن سے صوفیائے

کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت غرا کی خادم ہیں، ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جز اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لیے ان دونوں کو حاصل کرنے کا مقصد وحید شریعت کی تکمیل ہے۔ دوسرے احوال ومواجیداور علوم ومعارف جوصوفیائے کرام کو راستے میں پیش آتے ہیں یہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں۔ ان سب چیزوں سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے جو مقامات سلوک کی انتہاء ہے، کیونکہ طریقت وحقیقت کی منزلیں طے کرنے سے اخلاص کے سوا اور کوئی چیز مطلوب نہیں اور اخلاص کو رضا مستلزم ہے۔ تجلیات سہ گانہ اور مشاہدات عارفانہ میں سے ہزاروں کو گزار کر کسی ایک کو دولت اخلاص اور مقام رضا تک پہنچاتے ہیں۔ سطحی خیال کے لوگ احوال ومواجید کو مقاصد خیال کر لیتے ہیں اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب سمجھ لیتے ہیں، ایسے آدمی اپنے وہم وخیال کی قید میں پھنس کر کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں'' الخ۔(رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۶)۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں حضرت مجدد صاحب کے ارشادات پیش کر کے مریدین اور سالکین کو سلوک وتصوف کا مقصد سمجھا دیا ہے اور نفسانی اور شیطانی وساوس اور مکائد سے تحفظ کا طریقہ بتا دیا ہے، کیونکہ بعض سالکین اور ذاکرین جب منازل سلوک طے کرنے میں محنتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ ان کو انوار نظر آتے ہیں اور اشیاء کا کشف بھی ہو جاتا ہے تو ناواقف سالک اس کو تصوف کا کمال ومقصد سمجھنے لگتا ہے اور انہی کشوف میں منہمک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ قرب حق سے محروم رہتا ہے کیونکہ مقصود ومحبوب دراصل ذاتِ حق ہے۔ اور مخلوق کی طرف توجہ اور انہماک خواہ وہ انوار اور کشف احوال قبور ہی ہوں توجہ الی الغیر کی وجہ سے بندے اور حق تعالیٰ کے مابین حجابات بن جاتے ہیں اور محققین صوفیہ نے اپنی تصانیف میں بسط سے ایسے امور پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حُجب نورانیہ، حُجب ظلمانیہ سے اشد ہیں، کیونکہ حُجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا ان کو خود سے دفعہ کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے مقصود اصلی سے توجہ ہٹ جاتی ہے (لہٰذا) قصداً انوار وکیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے الخ''

(شریعت وطریقت ص ۳۵۲)

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات اور بیانات سے جا بجا واضح ہوتا ہے کہ حضرت کشف کو دلیل ولایت نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ اول تو کشف والہام ظنی امور ہیں جن میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بطورِ استدراج یہ امور کفار سے بھی صادر ہو جاتے ہیں۔ اور جس بات میں کافر بھی شریک ہو جائے وہ حق تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اور خود حق تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی جو صفتیں

قرآن حکیم میں بیان فرمائیں ہیں وہ ایمان وتقویٰ ہیں، چنانچہ فرمایا''الذین آمنوا و کانوا یتقون''یعنی اللہ کے محبوب اور مقبول بندے جن کو اولیاء اللہ کہا گیا ہے وہ ہیں جو ایمان اور تقویٰ سے مزین ہوں، اگر ایمان وتقویٰ سے کوئی شخص محروم ہے تو وہ ہوا میں تو اُڑ سکتا ہے اور پانی پر بھی چل سکتا ہے لیکن اللہ کا ولی اور پیارا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ''اصلاح باطن کے لیے کسی ہادی کی ضرورت ہے، ہادی کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متبع سنت ہو، میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص ہوا میں اڑتا ہوا نظر آئے، قبلہ عالم کہلائے، لاکھوں مریدین پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک خلاف سنت ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے، اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ کو ایک ہی راستہ محبوب ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں وہ اللہ کے ہاں کبھی محبوب نہیں ہوسکتا ۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

کشفی فتنے

تصوف وسلوک کے اصل مقاصد سے ناواقف سالک جب کتابوں میں اولیاء اللہ کے مکاشفات وکرامات کے تذکرے پڑھتے یا سنتے ہیں تو ان کو بھی شوق دامن گیر ہو جاتا ہے اور ذکر ومراقبہ میں وہ اس لیے محنت ومجاہدہ کرتے ہیں کہ ان کو بھی کشفیات وخوارق نصیب ہو جائیں، حالانکہ اس میں خواہش نفس کا دخل ہوتا ہے اور وہ غیر اللہ کو مطلوب بنانے کی وجہ سے اصل مقصد سے دور ہو جاتے ہیں، حصول کشف کے لیے ریاضت ومجاہدہ کرنا سالک کی روحانیت کے لیے بہت زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے، اس لیے محققین مشائخ اپنے مریدین کو ان مہلکات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کشف کے متعلق اکابر طریقت وشریعت کے ارشادات:

[ا] شیخ مشائخ دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ جو اپنے وقت میں چشتی طریقہ کے گویا امام الاولیاء ہیں، اپنی کتاب ''ضیاء القلوب'' میں فرماتے ہیں کہ:

(الف) ''جو شخص سنت رسول کا پابند اور ہم جنس نہ ہو اس کی صحبت میں شریک نہ ہو اگر چہ اس شخص سے کرامتیں اور خرق عادات ظاہر ہوں اور وہ آسمان پر بھی اُڑے۔''

(ب) مقام رضا کے متعلق فرماتے ہیں:

''رضا، یعنی اپنے نفس کی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضامندی پر رضامند ہووے اور اس کے

ازلی احکام کا پابند ہوجائے جیسا کہ موت کے وقت ہوجاتا ہے۔'' اور یہی وہ بلند مقام رضا ہے جو حضرات صحابہ کرام کو حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار نبوت کے پرتو سے نصیب ہوجاتا تھا۔''

[۲] قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''عوام یوں جانتے ہیں کہ ولایت کشف وکرامت اور خلوت نشینی کا نام ہے، یہ غلط ہے۔ (حقیقت میں) ولایت مقبولیت اور اتباع کا نام ہے۔ [تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۹۴]

[۳] **شیخ العرب والعجم** حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

(الف) ''مقصود اصلی سلوک سے (**ان تعبدالله کانک تراه**) ہے، (ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی عبادت تو اس طرح کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) یعنی سالک میں یہ ملکہ راسخہ پیدا ہوجائے، یہ مبدأ ہے اور باعتبار نیابت کے رضاء عزوجل اسمہ کا حصول ہے ؎

فراق ووصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

[مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۴ ص ۱۶۰]

(ب) انوار، کیفیات، مکاشفات، الہامات وغیرہ کے لیے فرماتے ہیں ''**تلک خیالات تربی بها اطفال الطریقة**'' یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں۔ [ایضاً]

[۴] حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''ولایت کے لیے خرق عادات (کرامت کی طرح کا کوئی فعل) ضروری ولازمی نہیں ہے، بعض مردان خدا، اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ ایسے بھی ہیں جن سے کوئی خرقِ عادت یعنی کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔'' پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کی بعض اولیاء پر فضیلت بوجہ کثرت خوارق کے نہیں ہے کیونکہ ان پر ثواب کا دارومدار نہیں ہے بلکہ یہ افعال حظوظ ولذّات میں سے ہیں، ثواب کا مدار تو عبادت اور قرب الٰہی ہے۔'' [ارشاد الطالبین ص ۱۸]

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ''خرقِ عادت'' اس فعل کو کہتے ہیں جو عام اسباب کے خلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظہور پذیر ہو۔ اور چونکہ کفار اور غیر متشرع درویشوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ بطور آزمائش کے ایسے فعل ظاہر فرمادیتے ہیں جنکو علمی اصطلاح میں ''استدراج'' کہتے ہیں، اس لیے ان باتوں کو اللہ کے ہاں مقبول اور پیارا ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(ب) قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اکثر اولیاء اللہ کو اپنی ولایت کی بھی خبر نہیں ہوتی، دوسروں کے متعلق وہ کیا جانیں؟'' [ایضاً]

[۵] حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

''مرد کے لیے کشف و کرامات بمنزلہ حجاب ہیں، استقامت کا کام محبت ہے۔'' [فوائد الفؤاد۔ص۲۶]

[۶] امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''وہ صفائی جو کفار اور فساق کو حاصل ہو جاتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ قلب کی، اور نفس کی صفائی سے تو گمراہی ہی بڑھتی ہے اور خسارہ ہی حاصل ہوتا ہے، اور بعض غیبی امور کا جو کفار وفساق کو کشف حاصل ہو جاتا ہے یہ ان کے حق میں استدراج (ڈھیل اور مہلت) ہے کہ اس سے مقصود اس جماعت کی خرابی اور نقصان وخسارہ ہے۔'' [مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶]

(ب) نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں:

''اہل استدراج کو بھی احوال اور اذواق حاصل ہو جاتے ہیں اور جہاں کی صورتوں کے آئینوں میں ان کو مکاشفہ اور معائنہ حاصل ہوتا ہے اور توحید کا کشف بھی نصیب ہو جاتا ہے، یونان کے حکماء اور ہندوستان کے جوگی اور برہمن بھی اس معنی میں شریک ہیں۔ یعنی ان کو بھی اس قسم کے مکاشفات حاصل ہو جاتے ہیں۔''

[۷] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ:

(الف) ''ملکوتی انوار کی بھی نفی کرے کیونکہ وہ بھی مخلوق ہیں، اس میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے مال وزر میں، حجاب ہونے میں دونوں برابر ہوئے، ملکوت یہ نورانی حجابات ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال وزر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں۔ (کذا قال مرشدی، یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ)۔ اگر ان کے ساتھ ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات وصفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پر بہت لوگ برباد ہوئے۔'' [التکشف ص۱۷]

(ب) نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے، نہ مکاشفات کا، نہ واردات کا۔ بلکہ اس کی حقیقت ہے اصلاح ظاہر وباطن، پس مقاصد اس کے اعمال قالبیہ وقلبیہ ہیں اور غایت اس کی قرب ورضائے حق ہے۔ اور مکاشفات کونی مثل کشف قبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض کو اس سے مس نہیں، ریاضت پر اس کا ترتب ہو سکتا ہے، چنانچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں۔'' [امداد الفتاویٰ جلد۲ کتاب الخطر والاباحۃ]

اس کا مطلب یہ ہے کہ کشف قبور وغیرہ بھی دلیل ولایت نہیں ہیں کیونکہ ریاضت اور مجاہدہ سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں اور کافروں کو بھی کشف قبور ہو جاتا ہے۔

[۸] عارف باللہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور اس کشف قبور کو ناواقف لوگ قرب الٰہی کا سبب جانتے ہیں اور حقیقت میں یہ دوری کا موجب ہے۔'' [صراط مستقیم ص ۱۱۷]

[۹] سلطان العارفین حضرت سلطان باہو صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''سرود سے کشف القلوب اور کشف القبور حاصل ہوتا ہے مگر مجلس محمدی اور وصال اللہ اور مقام فنافی اللہ سے دوری رہتی ہے۔'' [گنج الاسرار ص ۵]

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی بعض تصانیف میں ہے کہ:

''سرود سے کشف قبور اور کشف قلوب حاصل ہوتا ہے لیکن باطن کا نور جل جاتا ہے۔''

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کسی کو بھی کشف قبور اور کشب قلوب حاصل ہوتا ہے اس کے باطن کا نور جل جاتا ہے اور اس کو مجلس محمدی اور وصال و مقام فنا سے دوری رہتی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کو بھی کشف قبور وغیرہ حاصل ہو جاتا ہے اور کشف قبور کوئی ایمانی کمال نہیں ہے اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ولایت و مقبولیت کی دلیل ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں کو مقصود بنا کر محنت نہیں کرنی چاہیے۔ سالک مبتدی کے لیے کشف قبور وغیرہ کے لیے محنت و ریاضت کرنا قرب حق سے دُوری کا سبب بن جاتا ہے، کیونکہ اس میں توجہ الی الخلق ہوتی ہے حالانکہ مقصد سلوک و تصوف کا توجہ الی اللہ اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ کفار اور اہل باطل کو بھی کشف قبور ہو جاتا ہے، اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ موت کے بعد کے حالات کافر پر کیوں منکشف ہو سکتے ہیں؟ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کے جہان کو برزخ کہتے ہیں اور برزخ کا تعلق آخرت سے بھی ہے اور قبر سے بھی۔ چنانچہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''قبر میں منکر اور نکیر کا مومنوں اور کافروں دونوں سے سوال کرنا برحق ہے، قبر برزخ (پردہ) ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔'' [مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶]

قبر کا عذاب بھی ایک وجہ سے دنیوی عذاب سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے قبر کا عذاب آخرت کے عذاب سے مناسبت رکھتا ہے جو فی الحقیقت آخرت کے عذابوں میں سے ہے۔ تو جب برزخ کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے تو اس کے احوال کا مشاہدہ ایک وجہ سے دنیا کے احوال کا

مشاہدہ ہے اس لیے کافروں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور احادیث سے تو ثابت ہے کہ قبر کا عذاب جانور بھی دیکھ لیتے ہیں لہٰذا کافر اور اہل باطل قبر کے عذاب کا ریاضت ومجاہدہ کی وجہ سے مشاہدہ کر لیں تو یہ کوئی محال امر نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے واقعات کشفیہ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ صرف یہ وامور دلیل ولایت ہیں اور اہل حق کے ساتھ مختص ہیں یا حضرت لاہوری کشف وکرامات وغیرہ کی وجہ سے اولیاء کاملین میں شمار ہوتے ہیں۔ نہیں نہیں، بلکہ حضرت رحمہ اللہ کے کمالات ولایت اور اوصاف مقبولیت دوسرے ہیں جو سنت وشریعت کی بنا پر آپ کو حاصل ہوئے۔ اگر حضرت کی مبارک زندگی میں کشف وکرامت کا بالکل وجود بھی نہ ملتا تو آپ پھر بھی اولیاء اللہ میں شمار ہوتے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(الف) ''اللہ کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ بھی آتا ہے جس میں حلال وحرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مقصود بالذات نہیں۔'' [مجلس ذکر جلد دہم ص۹۱]

(ب) ''خدا تعالیٰ کا فرمان سچا ہے، حضور کا فرمان بھی سچا ہے اللہ والے فرماتے ہیں ''**اطلبوا الاستقامة ولا تطلبو االكرامة لان الاستقامة فوق الكرامة**'' (یعنی کرامت نہ طلب کرو بلکہ استقامت طلب کرو! کیونکہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ اس مجلس میں شامل ہونے کی برکت سے استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔'' [مجلس ذکر حصہ نہم ص۱۲۸]

(ج) ''استقامت کا درجہ کرامت سے اس لیے بالاتر ہے کہ استقامت صاحبِ استقامت کو دیدی جاتی ہے، کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔'' [مجلس ذکر جلد ۷ ص۱۵۰]

آخر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل ارشاد پر اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے:

''بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے یہ ان کے اختیار میں نہیں (بلکہ) اس کے اختیار سے باہر ہے۔ (یہاں تک کہ) نبیوں کے اختیار میں بھی نہیں۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کی خبر نہ ہوئی۔ جبکہ کشف اختیاری چیز نہیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت کشف ہوا ہی کرے، (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) کشف ہونا کوئی بڑا کمال نہیں۔ اگر کافر بھی مجاہدہ اور ریاضت کرے تو اس کو بھی کشف ہونے لگتا ہے، نیز مجنونوں کو بھی کشف ہوتا ہے، میں نے خود ایک مجنونہ عورت کو دیکھا کہ اس کو اس قدر کشف ہوتا تھا کہ بزرگوں کو بھی نہیں ہوتا، لیکن جب اس کا مُسہل ہوا تو مادہ کے ساتھ کشف بھی نکل گیا۔'' [**اشرف الطريقة فى الشريعة والحقيقة** ص۳۹۹]

(ماخوذ: حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں)

☆......☆......☆......☆

ضبط وترتیب: حمزہ احسانی

صراطِ مستقیم ......اور......فتنوں کی پہچان

خطاب: جانشین قائد اہل سنت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ العالی

مورخہ: ۲۲ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ، بمطابق: جولائی 2011ء...... بمقام: جامع مسجد برکت علی، اچھرہ، لاہور

الحمد لله .الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيأت اعمالنامن يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى لـه،ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد ان سيدنا ونبيناو شفيعنا وحبيبنا ومولانا محمدا عبده ورسوله.صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله واصحابه وبارک وسلم تسليما كثيرا. اما بعد

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن ا لرحيم.وان هٰذا صراطى مستيقا فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله، ذالكم وصٰكم به لعلكم تتقون، صدق الله العظيم.اللهم صلّ علىٰ سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ اله وصحبه كما تحب وترضىٰ عدد ما تحب وترضىٰ.

صراطِ مستقیم (ہدایت کا راستہ) صرف ایک ہے

میرے محترم برادران اہل السنۃ والجماعۃ! اللہ جل شانہ نے ہدایت کا اور سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) صرف ایک ہی بنایا۔ یعنی منزل تک پہنچے کے لیے راستہ صرف ایک ہے، یہ نہیں کہ دعوے دار کتنے ہیں۔ دعویٰ تو سب یہی کرتے ہیں کہ ہم صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں، لیکن صراطِ مستقیم نفس الامر اور حقیقت کے اندر صرف ایک ہی ہے البتہ شیطان کے راستے زیادہ ہیں۔

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ''وانَّ هٰذَا صِـرَاطِـىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْه'' اللہ فرماتے ہیں یہ جو راستہ ہے جو قرآن بتلا رہا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر اللہ نے نازل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، آپ کے بعد آپ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امت کے صالحین اور نیک لوگوں نے بیان فرمایا ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ اس کے علاوہ جتنے راستے

ہیں وہ سب بھٹکانے والے ہیں، اللہ سے دور کرنے والے ہیں اللہ کے قریب کرنے والے نہیں ہیں۔ اب دوسری طرف دیکھیں کہ گمراہ کرنے والے راستے کون سے ہیں؟ اس کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس سے دائیں بائیں کافی ساری ٹیڑھی اور ترچھی لکیریں لگائیں اور فرمایا کہ یہ درمیان والی سیدھی لکیر صراط مستقیم ہے، سیدھا راستہ ہے اور یہ جو دائیں بائیں میں جتنی لکیریں ہیں یہ سب وہ راستے ہیں جو شیطان کی طرف لے جانے والے ہیں ہر ہر راستے پر ایک شیطان کھڑا ہے۔ اگر کسی نے صراط مستقیم پر چلتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا، دائیں بائیں نظر ڈالی تو وہ شیطان کا شکار ہو جائے گا اور منزل تک نہیں پہنچ سکے گا، بھٹک جائے گا۔ اور اگر اِدھر اُدھر نہیں دیکھا بلکہ سیدھا چلتا رہا تو منزل تک پہنچ جائے گا۔

پرانے زمانے کے اندر اس بات کو سمجھنا اور سمجھانا بہت مشکل تھا، اس زمانے میں بہت آسان ہو گیا ہے، کیونکہ مثال موجود ہے، جیسے ہمارے ہاں روڈ بنے ہوئے ہیں اور روڈ کے ساتھ ہی یوٹرن (اور فلائی اور ز ہیں)، سیدھے چلتے رہے تو منزل تک پہنچ جائیں گے اور اگر یوٹرن لے لیا یا ادھر ادھر ہو گئے تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گے۔ اور بھٹک جائیں گے۔ ہم بھی کئی مرتبہ بھٹکے۔

صراط مستقیم کا معنیٰ

قرآن کریم میں جہاں ''صراط مستقیم'' لکھا ہے وہاں علماء نے صراط مستقیم کا معنیٰ ''سواء الطریق'' کیا ہے۔ (مستویا قویما، الذی لااعوجاج فیه ولاانحراف [قرطبی، ج:۱، ص:۱۴۸ ۔ ج:۲، ص:۱۵۳ ج:۷، ص:۱۳۷ ......روح المعانی ج:۵، ص:۷۰ ......ابن کثیر ج:۱، ص:۴۳]) اور سواء الطریق کا معنیٰ ''**الصراط المستقیم** . ای السواء الطریق، (الطریق المستوی) "ای وسطه الذی یفضی سالکه الی المطلوب البتة" [شرح تهذیب، ص:٦] راستے کا وہ درمیانی حصہ جو اس پر چلنے والے کو یقینی طور پر اپنی منزل تک پہنچا دے۔ (مثلاً فرض کرو!) یہ (سیدھا، سامنے) راستہ بنا ہوا ہے اس کے اس (دائیں) طرف چلو گے تو بھٹک جاؤ گے، اس (بائیں) طرف چلو گے تو بھٹک جاؤ گے اور درمیان میں سیدھا سیدھا چلو گے تو بھٹکنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ راستہ کا درمیانی حصہ صراط مستقیم ہے جو چلنے والے کو یقینی طور پر منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لیے لکیر لگا کر مثال سے بیان فرمایا۔

صراط مستقیم کون سا ہے؟

اس سے یہ ثابت ہوا کہ صراط مستقیم ایک ہی ہے، جبکہ گمراہی کے راستے کئی ہیں۔ اللہ جل شانہ تک پہنچے کا ایک ہی راستہ ہے، اور وہ ہے انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا

''اھدناالصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم،غیرالمغضوب علیھم ولاالضالین،''
انعمت علیہم،ان لوگوں کا راستہ جن پر (اے اللہ) آپ نے انعام فرمایا۔اپنی نعمتیں فرمائیں،وہ کون ہیں؟ وہ چار جماعتیں ہیں''ومن یطع اللہ والرسول، فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین ،وحَسُنَ اُولٰئک رفیقا''ان کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔

فتنوں کی اقسام

اب دیکھو! بات کو سمجھو! فتنوں کی بہت سی اقسام ہیں،بعض فتنے علمی ہوتے ہیں اور بعض فتنے جہالت کے ہوتے ہیں،علم کے فتنے بھی ہیں،عمل کے فتنے بھی ہیں،اور جہالت کے فتنے بھی ہیں۔

جہالت کا فتنہ،ایک واقعہ

جہالت کا فتنہ کیسے،ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا اور نماز پڑھنے لگا،اس نے اہل تشیع والی نماز پڑھی،نماز کے بعد میں نے اسے بلایا اور پوچھا کہ یہ جو تو نے نماز پڑھی ہے اس نماز کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ کون سی فقہ کی نماز ہے یہ؟ وہ کہنے لگا: فقہ جعفریہ کی، میں نے کہا کہ اگر امام جعفر صادق نے یہ نماز پڑھی ہو تو ہم حنفیت چھوڑ دیں گے......!! یہ نماز انہوں نے کبھی نہیں پڑھی۔ہم تو پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم حنفی وہ نماز پڑھتے ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پڑھتے تھے،امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وہ نماز پڑھی جو حضرت حماد بن ابی سلیمان پڑھتے تھے،حماد نے وہ نماز پڑھی جو ابراہیم نخعی پڑھتے تھے،ابراہیم نخعی نے وہ نماز پڑھی جو حضرت علقمہ پڑھتے تھے،حضرت علقمہ نے وہ نماز پڑھی جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ نماز پڑھتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ ہماری حنفیوں کی نماز بھی سند کے ساتھ ہے، ذرا اپنی نماز بھی سند کے ساتھ ثابت کر کے دکھا۔اب وہ جاہل قسم کا آدمی،اس کے پاس سند کہاں ہے؟ مجھے کہنے لگا کہ:''ہر کسی کا اپنا اپنا مذہب ہے،تمہارا اپنا ہمارا اپنا،تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔''میں نے کہا قرآن وسنت کو مانتے ہو؟ کہنے لگا جی مانتے ہیں! میں نے کہا ایک عمل کرو۔ان شاء اللہ راہ راست پر آجاؤ گے۔

دو طریقے

اللہ نے دو طریقے بتلائے ہیں،یا تو تم کہو میں عالم ہوں پھر علمی بات ہو گی،یا پھر کہو میں جاہل ہوں تو اللہ جاہل کو فرماتے ہیں کہ وہ عالم کے پیچھے چلے۔تم جو نماز پڑھ رہے تھے تم نے کس عالم سے سیکھی ہے؟ اس کا نام مجھے بتا دو! کس عالم کو دیکھا،کون سا تمہارا راہنما ہے جس کے پیچھے چلتے ہو؟ اس کو کسی عالم کا نام ہی نہیں آیا،کوئی عالم ہی نہیں، اس جماعت میں کوئی عالم ہے ہی نہیں نام کہاں سے آتا۔ عجیب قسم کے لوگ

ہیں۔ ہمارے ہاں، ہماری پٹی کے اندر یعنی ٹنڈو محمد خان سے لے کر سجاول تک علماء دیوبند کے علاوہ کوئی ایک بھی عالم نہیں۔اب میں نے اس سے پوچھا کہ تم عالم ہو؟ کہنے لگا نہیں! میں کہا تم لاعلم (جاہل) ہو تو علماء کے پیچھے چلنا ہے یا نہیں؟ کہنے لگا ہم چلتے ہیں! میں نے کہا کس عالم کے پیچھے چلتے ہو؟ کوئی عالم ہو تو نام بتائے۔ میں نے کہا تمہارا دین تو ایسے ہے جیسے چند آدمیوں نے میت کی چارپائی کو کندھا دیا ہوا ہے ان کی دیکھا دیکھی سب لوگ کندھا دینے لگتے ہیں، جب قبرستان پہنچ کر اسے رکھتے ہیں تو اسکا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا۔کندھا تو سب دے رہے ہیں لیکن وارث کوئی بھی نہیں۔تمہارے دین کا کوئی وارث نہیں۔لاوارث دین کی سند کہاں سے آئے اور عالم کہاں ملے؟

طلب ہدایت کا ایک عمل

میں نے کہا تمہیں ایک دعا بتاتا ہوں وہ دعا پڑھو، ان شاء اللہ راہِ راست پر آجاؤ گے، تم اللہ سے صراط مستقیم مانگو، ان شاء اللہ سنی حنفی بن جاؤ گے۔اور دیوبندی بن جاؤ گے۔دو رکعت نماز پڑھو اور خلوص نیت سے یہ دعا اللہ سے مانگو کہ ''اے اللہ! صراط مستقیم کی طرف میری راہ نمائی فرما!'' ان شاء اللہ حنفی بن جاؤ گے۔لیکن ایک شرط ہے وہ یہ کہ اپنے دماغ کو صرف قرآن وحدیث اور دلائل کو قبول کرنے کے لیے تیار کرو، اس کے علاوہ اپنے بڑوں کی اتباع، اپنے پیروں سے، اپنے مشائخ کے طریقے، ان کی عقیدت اور تعصب سے خالی کرو، اور اللہ سے رو رو کے مانگو کہ ''یا اللہ! ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا، ہم جاہل آدمی ہیں تُو ہماری راہ نمائی فرما اور ہمیں صراطِ مستقیم دکھا، پھر ان شاء اللہ ہدایت مل جائے گی۔اس سے بڑھ کر کون سی بات ہے؟

ایک اعتراض کا عقلی جواب

اور تم بہانے کرتے ہو کہ کس مولوی کے پیچھے چلیں؟ تم جب مٹھائی لینے بازار جاتے ہو تو وہاں مٹھائی کی کئی دوکانیں ہوتی ہیں تو اس وقت تم کیا کرتے ہو؟ مٹھائی لینا چھوڑ دیتے ہو؟ نہیں بلکہ اس دوکان سے مٹھائی لیتے ہو جس کی مٹھائی مشہور، اچھی اور لذیذ ہوتی ہے۔کیا دوکانیں زیادہ ہوجانے کی وجہ سے تم مٹھائی لینا چھوڑ دو گے کہ ہم کس سے مٹھائی لیں؟ (نہیں!) سبزی لینے بازار جاؤ، دوکانیں زیادہ ہیں تو کیا سبزی لینا چھوڑ دو گے؟ (نہیں!) کھانا پینا چھوڑ دو گے؟ اور تو کچھ نہیں چھوڑتے لیکن دین کو چھوڑ دیتے ہو! یہ کوئی دلیل ہے؟ یہ منطق تمہارے دماغ میں شیطان نے ڈالی ہے۔باقی سارے کاموں کے لیے کوئی دلیل نہیں اور دین کے لیے دلیل ہے اور خوامخواہ کی باتیں ہیں......!! تو سمجھ لو کہ دلیل مانگنے والا، اور دلیل کے پیچھے پڑنے والا اور دلیل نبی سے لینے والا آخر تک نہیں مانتا، اگر اللہ توفیق دیتا ہے تو ''شق قمر'' کے واقعہ کو پڑھ

کر بھوپال کا راجہ مسلمان ہوگیا اور اس معجزہ کو طلب کرنے والا وہیں دھرا کا دھرا رہا، اس نے کلمہ نہیں پڑھا۔ یاد رکھو! (دلیل) مانگنے والے نہیں مانتے، اور جو ماننے والے ہوتے ہیں وہ دلیل طلب نہیں کرتے، یہ راستہ ہی ایسا ہے۔ اپنے ذہن کو پہلے خالی کرو پھر سمجھ میں آئے گا۔ اللہ نے ایک ہی راستہ بتلایا صراط مستقیم کا۔ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ۔

علمی فتنہ

''علمی دھوکہ'' کون سا ہوتا ہے؟ **''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول''** کہ قرآن کی بات مانو، اور صرف اللہ اور رسول کی اطاعت کرو یہ قرآن میں لکھا ہے۔ ایک آدمی میرے پاس ''پمفلٹ'' لے کے آیا اس پہ لکھا ہوا تھا **''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول''** میں نے کہا قرآن میں اس سے زیادہ بھی کچھ لکھا ہوا ہے، کہنے لگا نہیں! قرآن میں صرف یہ لکھا ہے **''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول''** میں نے قرآن پاک کا پانچواں پارہ کھول کر اس کے سامنے رکھا اور اسے وہ آیت دکھائی **''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولو الامر منکم''** پہلے تو غور سے دیکھنے لگا کہ یہ واقعی قرآن ہے یا نہیں، الٹ پلٹ کر اسے دیکھ رہا تھا، مجھے کہتا ہے کہ یہ قرآن ہے؟ میں نے کہا قرآن ہے، قرآن نہیں تو اور کیا ہے؟ دیکھ لو، کسی حافظ سے پوچھ لو، یعنی اسے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ یہ قرآن ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ''نہیں! میں تو اپنی بات کا پکا ہوں''۔

صراط مستقیم کن لوگوں کا راستہ ہے؟

اللہ فرماتے ہیں تم مجھ سے سیدھے راستے کی دعا مانگو **''اھدنا الصراط المستقیم''** یہ دعا کس نے سکھائی؟ (اللہ نے) اب صراط مستقیم کیا ہے؟ فرمایا کہ ہدایت کا راستہ، سیدھا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے **''صراط الذین انعمت علیھم''** ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ اب یہ بتایئے کہ راستہ چلنے کے لیے ہوتا یا صرف دیکھنے کے لیے ہوتا ہے؟ (چلنے کے لیے ہوتا ہے۔) چلنے کے لیے ہوتا ہے تو اب راستہ پر چلنا ہے یا راستے کو دیکھنا ہے؟ (چلنا ہے۔) چلنا ہے۔ جس راستے پر چلنا ہے وہ **''منعھم علیھم''** کا راستہ ہے اور منعم علیہم قرآن کہتا ہے چار ہیں، [۱] انبیاء، [۲] صدیقین، [۳] شہداء اور [۴] صالحین۔ اب یہ بتایئے کہ انبیاء کے علاوہ باقی جو تین جماعتیں ہیں صدیقین، شہداء اور صالحین یہ ''اطیعوا اللہ'' میں آتے ہیں یا ''اطیعوا الرسول'' میں آتے ہیں؟ (کسی میں بھی نہیں) اب اس سے بڑھ کیا دلیل ہے؟ قرآن سے کسی کو گمراہ کرنا۔ یہ ''علمی فتنے'' ہوتے ہیں کہ قرآن کی آیات کو لے کر لوگوں کو گمراہ کرنا۔

یہ فتنوں کا زمانہ ہے، ہر ہر دور کے اندر اللہ جل شانہ نے ایسی حق جماعت جن کو اہل السنۃ والجماعۃ

کہا جاتا ہے کو پیدا فرمایا راہِ راست کو واضح کرنے کے لیے۔ اوران کا نام کیا ہے؟ (اہل السنۃ والجماعۃ)

راہِ راست پر آنے کے لیے ''صحبت'' ضروری ہے

اب یہ دیکھو! کہ راہِ راست پر آنے کے لیے کون سی چیز ضروری ہے؟ آپ چاہتے ہیں کہ نہیں؟ (چاہتے ہیں۔) عالم بننے کے لیے کتابیں پڑھنا ضروری ہے، کیا کتابیں پڑھے بغیر کوئی عالم بن سکتا ہے؟ (نہیں!)۔ حافظ بننے کے لیے قرآن مجید حفظ کرنا ضروری ہے۔ قاری بننے کے لیے تجوید کے احکام وضوابط پڑھنا ضروری ہے۔ ورنہ تو مجود نہیں بنے گا۔ یہ ساری چیزیں بغیر پڑھنے کے، بغیر کتابوں کے نہیں آتیں، لیکن اللہ جل شانہ کی ''محبت'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، ایمان کو سیکھا جائے، اللہ کے نور کو سینے کے اندر لانے کے لیے کسی محنت کی ضرورت نہیں، اس کے لیے کوئی چیز نہیں۔ حالانکہ اللہ کی محبت کو سیکھنا ہے، ایمان کا نور سینے میں لانا ہے، یہ کیسے آئے گا؟ اس کی بھی کوئی صورت ہوگی۔

یہ جتنے بھی ضال اور مضل ہیں گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں، یہ جتنے بھی راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں یہ وہی ہیں جو اپنے ایمان کے اندر بصیرت والے ''نور'' سے محروم ہیں اور ایمان کے اندر بصیرت والا نور یہ ''صحبت'' سے آتا ہے، اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ''قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ'' ''تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے اوران لوگوں میں بھی جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے ان پر ایمان لانے والے تھے۔ صرف ابراہیم نہیں بلکہ ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والے ان کے اندر بھی نمونہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''صحبت'' میں رہنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ انہوں نے کونسی چیز پڑھی؟ قرآن پاک، تو کیا خیال ہے کہ صحابہ کرام کو جو کچھ نصیب ہوا صرف ''کتاب'' پڑھنے سے نصیب ہوگیا؟

صحابہ کرام ''قرآن'' کی طرح ''ایمان'' بھی سیکھتے تھے

''تَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ كَمَا تَعَلَّمْنَا الْقُرآنَ'' ''وہ تو فرماتے ہیں کہ ہم نے ایمان بھی سیکھا اور قرآن بھی سیکھا، پہلے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ نبوت اور آپ کے نورِ نبوت کی کرنیں صحابہ کرام کے دلوں پر پڑیں تو ان کے دل روشن ہوگئے، پھر جو بھی حکم نازل ہوا وہ سر آنکھوں پہ۔ اور جب محبت ہو پھر حکم ماننے کی عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضان سے صحابہ کرام کے دلوں میں نورِ نبوت داخل کیا، جب ان کے دلوں پر نورِ نبوت کی شعاعیں پڑیں تو وہ سینے اتنے روشن ہوگئے کہ جوں ہی قرآن کا کوئی حکم نازل ہوا فوراً عمل کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ شراب کی حرمت کا حکم

دیکھو!''**یایھاالھذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام، رجس، من عمل الشیطن، فاجتنبوہ لعلکم تفلحون**'' کیسا پیارا قرآن ہے! قرآن کی فصاحت وبلاغت دیکھو! سبحان اللہ، قربان جائیں قرآں کی فصاحت وبلاغت پر۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں، فرماتے ہیں: دیکھو! یہ جتنی بھی چیزیں ہیں، شراب، جوا، بت، فال نکالنا، تیروں کے ساتھ قسمت آزمانا یہ بہت گندی ہیں، ''**من عمل الشیطن**'' ۔ یہ شیطان کے عمل ہیں، ''**فاجتنبوہ لعلکم تفلحون**'' ''انہیں چھوڑ دو، اس میں تمہاری کامیابی ہے۔ کیا ہی فصاحت وبلاغت ہے قرآن کی!

جب یہ حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کیفیت کیا تھی؟ صحابہ کرام نے فوراً کہا ہم نے مان لیا، ہم نے چھوڑ دیا، ہم رک گئے، پھر جب صبح ہوئی تو مدینے شریف کی گلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں، شراب تو شراب، صحابہ نے شراب کے مٹکے بھی توڑ دیئے وہ بھی استعمال نہیں کیے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کیفیت تھی۔ اس لیے کہ پہلے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضان سے ان کے سینوں کے اندر نور پیدا فرمایا، جب ایمان کا نور آیا، سینے روشن ہوئے پھر سرِ تسلیم خم...... جو آ گیا اسے مان لیا، احکامات کو مان لیا۔ ہمارے پاس جب کوئی حکم آتا ہے تو ہم چوں چاں کرتے ہیں اس لیے کہ ہم نورِ بصیرت سے محروم ہیں، بصیرت کا نور، ایمان کا نور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جن کو (کسی اللہ والے کی) ''صحبت'' میسر نہ ہو ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ذہن بھی عطا فرماتے ہیں لیکن وہ بجائے ہدایت پانے کے بھٹک جاتے ہیں، اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، غلط راستے پہ آجاتے ہیں، جن کو صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ اس اچھرہ (لاہور) کے اندر بھی ایک فتّان شخص رہتا تھا، اس نے نجانے کتنے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، کتنے لوگوں کے عقائد خراب کیے ہیں، اس لیے کہ وہ ''صحبت'' سے محروم تھے، اکیلے پڑے ہیں، جوا کیلے رہے، ''صحبت'' سے محروم رہے اللہ نے یہ سزا دی کہ ان کو مرنے کے بعد بھی اکیلا کر دیا۔ جو ''صحبت'' سے محروم ہوتے ہیں ان کا فیضان نہیں ہوتا۔

علماءِ سوء، اپنی قوم کے سب سے برے لوگ ہوں گے

ایک حدیث ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''**سَیَأتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ، لَایَبْقیٰ مِنَ الاِسْلامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقیٰ مِنَ الْقُرآنِ اِلَّا رَسْمُہٗ**'' عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا، اسلام تو ہوگا مگر صرف نام کی صورت میں، نام کیا ہے؟ ہم نماز پڑھتے ہیں، کوئی نمازی ہے، کوئی حاجی ہے، یہ اسلام کا صرف نام ہے، اس نام کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے، ''**ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ**'' اور قرآن کی صرف رسم باقی رہے گی۔ کسی کا قل ہوگا، کسی کی فاتحہ خانی ہوگی، کئی قرآں نظر

آئیں گے لیکن قرآن کی صرف رسمیں ہوں گی، کوئی بھی قرآن کی حقیقت سمجھنے والا نہیں ہوگا، اس کے احکامات پرعمل سے انسان قاصر ہوگا، صرف رسموں تک قرآن رہ جائے گا۔ ''عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مِنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ ''اس زمانہ کے علماء کا حال یہ ہوگا کہ آسمان کے نیچے جتنے لوگ ہوں گے وہ ان سب سے برے لوگ ہوں گے۔ ''علماء سوء''۔ یہ نہیں ہے کہ علماء کے اندر فتنے پیدا نہیں ہوتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علماء اس زمانے کے اندر سب سے برے ہوں گے۔ ''مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وفِيْهِمْ تَعُوْدُ ''ان سے فتنہ نکلے گا اور انہی کی طرف واپس لوٹے گا۔ بتاؤ فتنے کہاں سے نکل رہے ہیں؟ علماء سے نکل رہے ہیں۔

حدود اللہ سے کھیلنے والے کو اللہ معاف نہیں کرتے

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ احکامات مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض احکامات وہ ہیں جو انفرادی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں، جن کو ہم عبادات کہتے ہیں، جیسے نماز ہے، روزہ ہے۔ اور بعض احکامات وہ ہیں جو اللہ کے قانون کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جن کو ہم حدود اور قوانین کہتے ہیں، بات سمجھ لیں کہ اگر کوئی آدمی کسی قانون پرعمل نہیں کرتا، یا اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو وہ اتنا سنگین مسئلہ نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی اس قانون کے ساتھ ہی چھیڑ چھاڑ کرنے لگ جائے تو اسے برداشت نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح جو اللہ کے قوانین میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اللہ کی حدود سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اللہ جل شانہ انہیں برداشت نہیں کرتے۔ اس لاہور کے اندر ایک ''فتّان'' (فتنے باز) آدمی تھا، جو ابھی باہر جا کے بیٹھا ہوا ہے، اس نے اللہ کی حدود میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے، اس کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اللہ فرماتے ہیں ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰه فَلَا تَعْتَدُوْهَا'' یہ میری حدیں ہیں ان سے آگے مت بڑھو! اللہ کے قانون میں ہاتھ مت ڈالو!۔

ایک واقعہ

ایک روایت میں ہے کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا ''طُلِّقَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ، وَسَبعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِها آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ''وہ (تیری بیوی) تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی، باقی ستانوے طلاقیں جو تو نے دی ہیں وہ تو نے اللہ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ اللہ کی حدود کے ساتھ کھیلنے کا تمہیں کیا حق تھا؟ اللہ کی حدود و قوانین سے کھیلنے والا اللہ کا مجرم ہوتا ہے، اللہ کے قانون کا مجرم ہوتا ہے، اللہ اسے معاف نہیں کرتا۔ خوب سمجھ لو کہ ان فتنوں سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اپنے سینے کے اندر ایمان کے چراغ کو روشن کیا جائے، اللہ کی محبت کو لایا جائے، جب اللہ کی محبت ہوگی تو سمجھ لو کہ جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے، ساری دنیا جو کچھ مرضی کہے، اس کی محبت ختم نہیں ہوتی، جب اللہ کی ذات کے ساتھ محبت ہو جائے، پھر

چاہے کچھ بھی ہو جائے، پھر ایمان کامل اسے مل جاتا ہے اور اللہ اسے سمجھ عطا فرما دیتے ہیں، اس کے فضائل اسے بعد میں سمجھ آتے ہیں۔

نبوت سے دو چیزوں کا فیضان [۱] علم [۲] نور

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ حاضر ہوئے اور مختلف قسم کے سوالات کیے، ایک سوال یہ تھا کہ ''حضرت! کتابیں بھی ہیں، مدارس بھی ہیں، علماء بھی ہیں، لیکن آج وہ چیز نظر نہیں آتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں تھی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟'' حضرت تھانوی نے فرمایا کہ:

''آپ نے جس چیز کو ایک سمجھا ہے وہ ایک نہیں دو چیزیں ہیں، نبوت سے دو چیزیں چلی ہیں

۱......علم نبوت ۲......نورِ نبوت

''علم نبوت'' کتابوں سے آتا ہے اور ''نورِ نبوت'' سینوں سے آتا ہے، کتابوں سے نہیں آتا۔

جو ہے آگ کی خاصیت وہ ہے عشق کی خاصیت

اک خانہ بہ خانہ ، اک سینہ بہ سینہ

محبت سینوں سے آتی ہے، جب کسی اللہ والے کے سینے میں اللہ کی محبت کا چراغ روشن ہوتا ہے اور وہ کسی کے دل میں صلاحیت دیکھتا ہے تو وہ اسے منتقل کر دیتا ہے، اس کا سینہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔

شیخ بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ کا واقعہ

شیخ بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے پاس ''سہرورد'' میں گئے، انہوں نے تین دن کے اندر ''خلافت'' دے کر شیخ بہاؤالدین کو روانہ کر دیا، ان کے مریدوں میں سے کسی نے کہا کہ: ''حضرت! ہم اتنے زمانوں سے یہاں آپ کے پاس بیٹھے ہیں، اور یہ ابھی ملتان سے آیا اور خلافت لے کر واپس بھی ہو رہا ہے......؟'' تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بھئی! اس میں میرا کیا قصور؟ یہ چراغ کی بتی بھی اپنے ساتھ لایا تھا اور تیل بھی اپنے ساتھ لایا تھا، میں نے تو صرف آگ لگا دی ہے......!!'' تو جس کے پاس بتی بھی ہو اور تیل بھی، تو پھر صرف آگ لگانے کی دیر ہے۔ جب سینہ ٹھیک ہو، اللہ کی محبت اس کے اندر آ جائے، تو پھر اللہ والے اس کے سینے میں ''نور'' منتقل فرما دیتے ہیں۔

شیخ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی ''روحانی طاقت

سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ اپنے زمانے کے بہت بڑے اللہ والے تھے، ان کے خلفاء کہتے ہیں کہ اگر انگریز کے ساتھ جھگڑا نہ ہوتا، انگریز ہندوستان میں نہ آتا اور شیخ، علماء دیوبند کے ساتھ مل کر اپنی زندگی

اس کو نکالنے میں نہ لگاتے تو ایشیا کے اندر ایک بھی آدمی غیر مسلم نہ رہتا، اتنی روحانی طاقت تھی ان کی، وہ اگر کسی ہندو کو یوں (غور سے) دیکھ لیتے تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا تھا۔ اس زمانے میں ہندو مسلمانوں کے بازار سے اپنا سالانہ جلوس نکالتے تھے، ایک بار حضرت کو غصہ آیا کہ یہ مسلمانوں کے بازار سے دھوم دھام کے ساتھ باجے طبلے بجاتے ہوئے اپنا جلوس نکالتے ہیں، تو جلوس کے دن جلوس نکلنے سے پہلے حضرت بازار تشریف لے گئے اور ایک اونچے سٹول پر تشریف فرما ہوئے اور ہندوؤں سے فرمایا: ''سنو! آج تم نے جلوس نکالنا ہے تو یہاں سے گزرو، میں یہاں بیٹھا ہوں، جو بھی یہاں سے گذرے گا کلمہ پڑھتا ہوا جائے گا'' کوئی ایک ہندو بھی وہاں سے گزرنے کی جرأت نہیں کر سکا اور آج تک پھر وہاں سے جلوس نہیں گزرا۔ ان کو پتہ تھا کہ شیخ جو کہتا ہے وہ کر گزرتا ہے، ایسے ویسے صرف باتیں نہیں کرتا۔ اللہ نے اتنا ''نور'' ان کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت مولانا حماد اللہ ھالیجوی رحمہ اللہ کا قصہ

حضرت امروٹی رحمہ اللہ نے ایک دن فرمایا کہ ہالیجی والے کو بلاؤ (حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمہ اللہ، حضرت امروٹی رحمہ اللہ کے بڑے مرید تھے، اور اپنے وقت کے قطب تھے،) ''انجڑ'' کو بلاؤ! (یہ حضرت ہالیجوی کی قوم ہے) ان کو بلا کر سر پر پگڑی باندھی اور خلافت دے کر رونا شروع کر دیا، اور اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ: یہ ہالیجی والا مکھن لے گیا، اب تم لسی پہ گزارا کرو!''۔

جب اللہ والے کسی کے دل میں صلاحیت دیکھتے ہیں تو اس کی طرف نسبت منتقل کر دیتے ہیں، یہ جو چیز ہے، (یعنی) اللہ کی محبت۔ یہ سینوں سے ملتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''علم نبوت'' تو کتابوں سے آتا ہے، لیکن ''نورِ نبوت'' سینوں سے آتا ہے۔

''علم'' بغیر ''نور'' کے وبال ہے

اگر ''علم'' تو ہو لیکن ''نور'' نہ ہو تو بالکل ایسے ہے جیسے کسی کو راستے کا پورا پورا علم ہے، راستہ جانتا ہے لیکن ''روشنی'' نہیں ہے تو کیا خیال ہے کہ وہ منزل پر پہنچ جائے گا؟ (نہیں!) نہیں پہنچ سکتا ناں؟ (نہیں) ''علم'' جتنا بھی ہو، لیکن اندھیرا ہو، ''روشنی'' نہ ہو تو وہ منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح ''علم نبوت'' جتنا بھی ہو لیکن اگر سینے میں ''نورِ نبوت'' نہ ہو تو وہ ''علم'' منزل تک نہیں پہنچائے گا۔ اس لیے ''علم'' کے ساتھ ''نور'' پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور نور پیدا کرنے کے مراکز اللہ کے نیک بندے، ان کے دل اور ان کے قلوب ہیں، جہاں سے ''نور'' آتا ہے، جن کے سینوں میں اللہ نے یہ ''چراغِ محمدی'' روشن کیا ہوا ہے۔ جو اس ''چراغِ محمدی'' سے نور لے کر جائے گا تو پھر اس کا ''علم'' بھی اللہ کی ذات وصفات والا ''علم'' ہوگا، اس ''علم'' کا تعلق اللہ کی ذات وصفات کے ساتھ ہوگا۔ ورنہ تو یہ علم کبھی کبھی اس کے لیے وبال بن جائے گا، تو علم

پرعمل کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی محبت پیدا کی جائے۔

ہر فتنے کا سبب...... ''صحبت'' سے محرومی ہے

آپ دیکھیں، پورے پاکستان کا سروے کریں کہ جتنے بھی فتان لوگ ہیں، جو حدود اللہ میں ہاتھ ڈالنے والے ہیں، جتنے بھی اہل ظاہر ہیں، اور جو بھی شریعت کے احکامات کے خلاف لکھتے ہیں، بے پرواہی کے ساتھ دین کے احکام کا مزاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے ہیں وہ سب وہ لوگ ہیں جو ''نورِ بصیرت'' سے محروم ہیں، کسی بھی اللہ والے کی ''صحبت'' ان کو میسر نہیں ہوگی۔ جب وہ کسی کی ''صحبت'' میں نہیں، ''نورِ بصیرت'' سے محروم ہیں تو پھر وہ فتنے باز نہیں ہوں گے تو کیا ہوں گے......؟؟ جب یہ ''عقل'' نبوت کے ''نور'' سے آراستہ و پیراستہ نہ ہو تو یہ انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔لیکن اسی ''عقل'' کے ساتھ جب اللہ کے ''نور'' کی آمیزش ہو جائے تو یہی ''عقل'' راہِ راست طے کرتی ہے۔اور وہ ''نور'' جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کی وساطت سے اس امت کے نیک لوگوں اولیاء اللہ کے سینوں تک موجود ہے۔

تمام اکابر ''نورِ نبوت'' سے فیضیاب تھے

یہ نہ سمجھنا کہ کوئی رومی کوئی رازی کوئی غزالی بنا تو اس ''نور'' کے بغیر بن گیا، بلکہ دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے لوگ گزرے جن کا آج ہم نام لیتے ہیں اور ان کے نام لینے سے ہماری مجالس میں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یہ ایسے ہی نہیں بن گئے، ان کے پیچھے اولیاء اللہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا، ان کی ''صحبتیں'' تھیں، ان کی ''خلوتیں'' تھیں، اللہ کی ''محبت'' اور ''ذکر'' تھا، معرفتوں کا خزانہ تھا، ان کی برکت سے اللہ نے ان کے علوم کو، ان کے فیضان کو اور ان کے جاری کردہ کام کو رہتی دنیا تک جاری وساری کر دیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ کی خلوت

امام غزالی رحمہ اللہ، جن کا ہم محبت کے ساتھ نام لیتے ہیں، وہ شخص تھے جو حدیث بھی پڑھاتے تھے، مثنوی کہتے تھے، لیکن کئی کئی دن ایسے ہوتے تھے کہ امام غزالی نے اپنے سر پر گٹھڑی سر پہ رکھی، لاٹھی اٹھائی اور جنگل کی طرف چل دیئے، کسی نے پوچھا ''غزالی! شہر کو چھوڑ کر، حدیث پڑھنے پڑھانے کو چھوڑ کر جنگل کی طرف کیوں چل دیئے؟'' تو (عربی شعر میں جواب ارشاد) فرماتے ہیں:

''ترکت هویٰ لیلیٰ و صعدیٰ بمعزنٍ........................الخ''

میں جا رہا ہوں لیلیٰ اور صعدیٰ کی محبت کو چھوڑ کر۔

امام اعظم رحمہ اللہ کی خلوت نشینی اور یادِ خداوندی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی دن نظر نہ آتے، لوگ پوچھتے تو پتہ چلتا کہ فلاں مقام پر پہاڑ کی غار میں عبادت میں مصروف ہیں۔ خلوت نشین ہوکر ذکر اذکار کرتے، اللہ کی ''محبت'' لیتے اور پھر آکر اپنے شاگردوں کو فیضیاب کرتے۔ ان کی برکت سے آج یہ دینی علوم باقی ہیں۔

اللہ جل شانہ علمائے حق علمائے دیوبند پر کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے جنہوں نے ہر فتنے کا تعاقب کیا، چاہے کوئی بھی فتنہ ہو، آج ذرا دیکھو کتنے کتنے فتنے پیدا ہور ہے ہیں۔ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ شیطان جاہلوں کو، عالموں کو، صوفیوں کو (غرض ہر کسی کو) کسی نہ کسی بات میں الجھائے رکھتا ہے، فتنہ میں ڈالے رکھتا ہے، جاہلوں کو ''جہالت'' کے راستے سے، عالموں کو ''علم'' کے راستے سے اور صوفیوں کو ''تصوف'' کے راستے سے۔ صوفی کو کہتا کہ دیکھو! تم کتنے بڑے نیک بن گئے، تمہاری نماز کتنی حقیقت والی نماز ہے، اور تم دیکھو کہ تمہارا ''کشف'' اور سینہ کتنا کھلا ہوا ہے کہ سارے عالم کے مغیبات اس کے اندر نظر آرہے ہیں، اللہ کی ذات کا مشاہدہ ہورہا ہے۔ صوفی بیچارہ ان چیزوں کے اندر پھنس کر غرق ہوجاتا ہے۔

کشف کو بھی ''لا'' کی نفی کے نیچے ڈال دو!

ہمارے حضرت، حضرت **شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم** حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ سے کسی مرید نے عرض کیا کہ ''حضرت! فلاں چیز میں نے ''کشف'' میں دیکھی ہے''، تو حضرت نے فرمایا کہ: ''اس کو بھی ''لا'' کی نفی کے نیچے ڈال دو، یہ اللہ کی ذات کا غیر ہیں، جو اللہ کی ذات کا غیر ہیں ان کی نفی کردوگے تو آگے پہنچوگے'' (مثلاً) کوئی آدمی کسی دور کے سفر پر جارہا ہے، منزل اس کی دور ہے لیکن راستہ بہت خوشنما ہے، خوبصورت باغات ہیں اور عالیشان کوٹھیاں اور محلات ہیں، اب یہ مسافر ان کو دیکھنے میں محو ہوجائے تو منزل تک پہنچ جائے گا؟ (نہیں) یہ تو دل بہلانے والی چیزیں ہیں، اور جو دل بہلانے والی چیزوں میں لگ گیا وہ منزل تک کیسے پہنچے گا؟ لہٰذا کسی کو ان چیزوں پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔

نبی......اور......ولی میں فرق

اللہ نے نبی اور ولی کے اندر فرق رکھا ہے۔ عام آدمی یہی سمجھتا ہے کہ نبی بھی ولی ہوتا ہے، لیکن ''ولی'' کے سر پر صرف ''ولایت کا تاج ہوتا ہے، جبکہ ''نبی'' کے سر پر ''ولایت'' کے ساتھ ساتھ ''نبوت'' کا تاج بھی ہوتا ہے۔

نبی کا معجزہ ''حجت'' ہے

لیکن حقیقت میں ایک اور فرق بھی ہے اور وہ بنیادی فرق ہے، جس طرح ''عقائد'' کی کتاب میں آپ نے پڑھا ہے کہ نبی کا معجزہ امت پر ''حجت'' ہے، اگر قوم اس کو مان لے گی تو مسلمان ہے، اگر نہ مانے گی تو جہنمی ہے۔ جہاں تک اس نبی کی نبوت ہے وہاں تک کی پوری امت کے لیے نبی کا معجزہ ''حجت'' ہے۔

ولی کی کرامت یا کشف ''حجت'' نہیں

لیکن ولی کا ''کشف'' و ''کرامت''، ''حجت'' نہیں، اس ولی کے اپنے حق میں بھی بڑی مشکل سے ہی ''حجت'' ہے جب تک اس کا اظہار نہ ہو۔ لیکن غیر کے حق میں تو بالکل ''حجت'' نہیں۔

خواب ''حجت'' نہیں

کسی نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے سر مبارک پر سرخ ٹوپی ہے، بیدار ہونے کے بعد اس نے بھی سرخ ٹوپی اپنے سر پر رکھ لی اور اپنے تمام مریدوں کا حکم دیا کہ سب اپنے سرں پر سرخ ٹوپی ہی رکھیں، کسی نے دیکھا کہ سفید ٹوپی ہے تو اس نے سب پر سفید ٹوپی لازم کردی۔ یہ خواب کی چیزیں ہمارے لیے حجت تو نہیں، کہ جو چیز خواب میں نظر آئے وہ بھی ''حجت'' ہے......!

مخدوم سید ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ کا ''حنفیت'' میں مقام

ہمارے سندھ میں مخدوم سید ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے، بڑے محدث تھے، اور اپنے زمانے کے فقیہ تھے، مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی والے، جو بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھاتے تھے)، وہ فرماتے تھے کہ میری نگاہ میں ''حنفیت'' میں مخدوم سید ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ''حنفیت'' کے اندر کبھی کبھی کسی مسئلہ میں ''لچک'' بھی رکھتے ہیں، لیکن مخدوم سید ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ بالکل لچک نہیں رکھتے، وہ ''حنفیت'' پر اتنے پکے اور سخت تھے کہ کبھی آگے پیچھے نہیں ہوتے تھے نہ ہی ''لچک'' رکھتے تھے۔ اور انہوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے حدیث کی اجازت بھی لی تھی۔ استاد بھی دونوں کے ایک تھے، ایک ہی زمانہ تھا۔ سید ہاشم نے خط کے ذریعہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے اجازت طلب کی تو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا ''قَدْ رَكِبْتَ الْغَضَنْفَر'' تو شیر پر سوار ہے۔ مخدوم صاحب اس زمانے کے قاضی القضاۃ بھی تھے بہت بڑے محدث بھی تھے اور فقیہ بھی تھے۔

مخدوم ابوالقاسم رحمہ اللہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

شیخ مخدوم ابولقاسم رحمہ اللہ غالباً مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کے مرشد تھے، بہت بڑے مقام کے آدمی تھے اور نقشبندی سلسلے کے بزرگ تھے۔ ایک دن مخدوم ہاشم رحمہ اللہ نے مخدوم ابولقاسم رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ وضو کرتے ہوئے بازو پر پانی ایسے (کہنیوں سے ہاتھ کی طرف) ڈال رہے ہیں، تو مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ نے دریافت کرلیا کہ آپ آج ایسے پانی کیوں ڈال رہے ہیں؟ حالانکہ مسنون طریقہ تو ایسے (ہاتھ سے کہنیوں کی طرف) پانی ڈالنے کا ہے!......تو مخدوم ابوالقاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''میں نے رات کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی پانی ڈالتے دیکھا ہے''...... کہاں دیکھا؟ (خواب میں)، مخدوم ہاشم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے خواب دیکھا ہوگا۔ لیکن (ہمارے لیے قابل عمل) مسئلہ ایسے ہی ہے جیسے میں کہہ رہا ہوں۔ دوسری رات مخدوم ابوالقاسم رحمہ اللہ کو پھر خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا کہ ''ابوالقاسم! اگرچہ تو نے ہمیں اسی طرح (کہنیوں کی طرف سے پانی ڈالتے) دیکھا تھا، لیکن ایسے کرو جیسے ہاشم نے آپ کو بتایا'' اب بتاؤ کہ فقہ کی اہمیت ہے یا خواب کی اہمیت ہے؟ (فقہ کی)

خواب، کشف اور کرامات کو ظاہر نہ کرو!

علم کلام اور عقائد میں ہمارے جو اصول ہیں، عقائد ہیں ان کی ''حیثیت'' ہے، ان کے مقابلہ میں خوابوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، خواب کو اپنے پاس رکھو! خوابوں کی تھیلیاں، کشفوں کی تھیلیاں، کرامتوں کی تھیلیاں اپنے پاس رکھو، ان کو ظاہر نہیں کرو!

نبی کا معجزہ براہِ راست فعلِ خداوندی ہے

میں بیان کر رہا تھا کہ ''نبی'' اور ''ولی'' میں دوسرا فرق کیا ہے کہ نبی کا معجزہ ''حجت'' ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى'' اللہ، معجزے کی نسبت نبی سے توڑ کر اپنی ذات کی طرف فرما رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت کی اپنے ہاتھ میں لے کر اردگرد کھڑے کفار کی طرف پھینک دی، سب کی آنکھوں میں پڑی اور وہ اندھے ہوگئے اور آپ نکل گئے، لیکن اللہ فرماتے ہیں ''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ'' ہاتھ تو آپ کا تھا لیکن آپ نے نہیں پھینکی، یہ میں نے پھینکی ہے۔ اللہ نے نبی کی طرف نسبت توڑ دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس فعل کی نسبت ہی نہ ہو، نسبت میری ذات کی طرف رہے۔

''کشف'' میں ولی کے دماغ یا قلب کا دخل ہوتا ہے۔

جس ولی کو ''کشف'' ہوجائے، اس کشف میں اس کے دماغ کا دخل ہوتا ہے، جس کو اپنے دل میں

عالم بالا نظر آئے تو اس میں اس کے دل کے آئینہ کا دخل ہوتا ہے، تو جس چیز میں اپنے وجود کا دخل ہو وہ حق بھی ہوسکتا ہے اور باطل بھی۔ کشف وکرامت کے اندر اس کے اپنے وجود کا دخل ہوتا ہے اس لیے وہ حق بھی ہوسکتے ہیں اور باطل بھی۔

لیکن نبی کے معجزے کی نسبت اللہ نبی سے توڑ کر اپنی ذات کی طرف کرتے ہیں، اس لیے وہاں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ فرق ہے نبی کے معجزے اور ولی کی کرامت میں۔ اس لیے یہ (نبی کا معجزہ) حجت ہے اور نہ صرف حجت بلکہ ''حجت کاملہ'' ہے اور وہ (کشف وکرامت) حجت ہی نہیں۔ اس لیے کہ اس میں مخلوق کے قلب کا دخل ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے۔ اللہ جل شانہٗ ہمیں فتنوں سے بچائے۔

اور سمجھ لو کہ علماء حقہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کا جو راستہ وہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے، اللہ جل شانہٗ ہمیں اسی جماعت کے ساتھ وابستہ رکھے۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے تصلب کا فائدہ

آپ حضرت قائد اہل سنت (مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ) کی زندگی دیکھیں، پوری زندگی فتنوں کے تعاقب میں لگادی، اس زمانے میں کئی لوگ کہتے تھے کہ حضرت کا مزاج سخت ہے، لیکن آج سمجھ میں آتا ہے کہ اگر حضرت رحمہ اللہ کی سختی اور عقیدے کی مضبوطی نہ ہوتی تو آج ہمیں یہ عقائد صحیح صورت میں کیسے ملتے؟ اگر یہ ''تصلب'' اور ''پختگی'' نہ ہوتی تو باطل کیسے دبتا؟

حضرت کا وجود فتنوں کے لیے رکاوٹ تھا

حضرت رحمہ اللہ کے زمانہ میں کئی ایسے لوگ تھے، جنہوں نے خود اپنی زبان سے کہا کہ: ''ہمارا کتاب لکھنے کا ارادہ ہے، لیکن ہم نہیں لکھتے، اس لیے کہ حضرت قاضی صاحب موجود ہیں، اگر ہم لکھیں گے تو وہ تنقید کریں گے۔'' یعنی فتنے باز لوگ ان کی زندگی سے ڈرتے تھے، حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس شخص نے میرے سامنے یہ بات کہی تو میں اس دن سے ہر نماز کے بعد حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کے لیے دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! حضرت قاضی صاحب کی زندگی کے اندر برکت عطا فرمادے، یہ وہ شخصیت ہے جس کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ فتنہ سر نہیں اٹھا رہا۔

ان کے وجود کی اتنی برکات تھیں، ایک اللہ والے کا وجود کتنی برکات کا باعث ہوتا ہے، اللہ جل شانہ فتنوں سے بچائے، عقیدے کی پختگی نصیب فرمائے، اللہ جل شانہ ہمارے سینوں کے اندر ''نورِ نبوت''، ''نورِ بصیرت'' اور اپنی ذات محبت ومعرفت نصیب فرمائے، سمجھنے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مولانا نور محمد تونسوی

منکرین حیات انبیاء......کی......تین شکار گاہیں

برادرانِ اسلام!

فرقہ اشاعتیہ پنج پیریہ مماتیہ عصر ہٰذا کے معتزلہ کا ''حیات قبر'' کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ آدمی کے فوت ہوجانے کے بعد قبر و برزخ کا جہان شروع ہوجاتا ہے اور اس عالم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواحِ مبارکہ کو ایک اور جسم عطا کیا جاتا ہے جو کہ اس دنیا والے جسم کے مشابہ اور متشکل ہوتا ہے اور ان کی ارواح کو باقاعدہ ان نئے اجساد میں داخل کر کے جنت میں بھیج دیا جاتا ہے وہاں یہ حضرات کھاتے پیتے ہیں اور جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔اور شہداء کرام کی ارواح کو سبز پرندوں میں داخل کر کے ان کو بھی جنت میں بھیج دیا جاتا ہے اور وہاں یہ حضرات پرندوں کی شکل میں قیامت تک رہیں گے اور جنت کا رزق کھاتے پیتے رہیں گے اور جنت کی سیر و سیاحت کرتے رہیں گے۔اسی طرح عام مومنین کی ارواح بھی پرندوں کی شکل میں جنت میں رہتی ہیں اور کافروں فاجروں کی روحیں کالے رنگ کے پرندوں میں داخل کر کے جہنم اور سجین وغیرہ میں بھیج دی جاتی ہیں، اس کو ''عذاب قبر'' کہتے ہیں۔اور یہ لوگ عالم قبر و برزخ میں ملنے والے نئے جسد کو ''جسد مثالی'' کہتے ہیں۔ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب روحیں ''جسد مثالی'' میں داخل کردی جاتی ہیں تو ارواح کا دنیا والے ''جسد عنصری'' کی طرف بوقت ''سوالِ قبر'' اعادہ ہوتا ہے اور نہ ہی جزا سزا کے لیے روح کا ''جسد عنصری'' سے تعلق رہتا ہے، بلکہ ''جسد عنصری'' پتھر کی طرح قیامت تک بے جان رہتا ہے جس میں حیات کی کوئی رمق باقی نہیں رہتی۔ان حضرات کا یہ عقیدہ منتشر طور پر ان کی کتابوں میں تو پایا جاتا ہے، لیکن ان لوگوں نے اپنا یہ عقیدہ یکجا کر کے کہیں نہیں لکھا۔نامعلوم ایسا کرنے میں کون کون سی حکمتیں ان کے درپیش ہیں۔اور یقین جانئے کہ ان کا یہ عقیدہ ''نومولود'' ہے، کتاب و سنت اور اقوال علماء الغرض کہیں سے ثابت نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اس عقیدہ کو تفصیل کے ساتھ کہیں بھی بیان نہیں کرتے اور ہمیشہ اجمال سے کام لیتے ہیں۔البتہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ پر خوب برستے اور گرجتے ہیں اور اہل حق کے عقیدہ میں قسم قسم کے شبہات و وساوس پیدا کرتے ہیں۔اور ان کا مقصد ان شبہات و وساوس سے ایک سادہ لوح آدمی کو ایک صحیح عقیدہ سے ہٹا کر کسی نہ کسی گمراہی میں ڈالنا ہے۔ان کے من جملہ شبہات میں سے

تین شبہات زیادہ مشہور ہیں، جنہیں بندہ عاجز نے ''منکرین حیات انبیاء......کی......تین شکارگاہیں'' قرار دیا ہے۔اب نمبر واران کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے!

(1)......شکارگاہ نمبر ایک

ان حضرات کی پہلی شکارگاہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے، بلکہ قبر سے مراد ''عالم برزخ'' ہے۔اس جملہ سے ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مردہ انسان کا مدفن ''ارضی قبر'' نہیں ہے بلکہ ''قبر'' اس کے علاوہ کوئی اور مقام ہے اور وہ روح کا مقام ہے یا علیین کا مقام ہے۔حالانکہ یہ ان لوگوں کی بدفہمی ہے۔اکابر اسلام یہ جملہ بول کر مدفن ارضی کے ''قبر'' ہونے سے انکار بالکل نہیں کررہے بلکہ یہ حضرات یہ جملہ بول کر ''قبر'' کے مفہوم میں وسعت پیدا کررہے ہیں تاکہ اس ''قبر ارضی'' سمیت مردہ انسان کے ہر ٹھکانے کو ''قبر'' کے مفہوم میں داخل کردیا جائے۔

دراصل یہ بات اکابر علماء اسلام نے مخالفین اسلام کے ایک اعتراض کے جواب میں فرمائی ہے، مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ:

''تم مسلمان کہتے ہو کہ قبروں میں مردوں کو عذاب دیا جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ بہت سے مردے ایسے ہیں کہ ان کو ان ''ارضی قبروں'' میں باقاعدہ دفن نہیں کیا جاتا۔مثلاً شیشے کی الماری میں بند کرکے رکھ دیا گیا یا جلا کر راکھ کردیا گیا، یا جنگل میں مرا اور پرندوں ودرندوں کے پیٹ میں چلا گیا، یا سمندر میں مرگیا اور مچھلیاں کھاگئیں وغیرہ وغیرہ تو کیا ان کو ''عذابِ قبر'' نہ ہوگا؟''

تو علماء اسلام نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''''قبر'' سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے جہاں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ ''قبر'' سے مراد ''عالَم برزخ'' ہے اور ''برزخ'' موت سے لے کر قیامت تک کے وقت کو کہتے ہیں اور یاد رہے کہ ''برزخ'' کسی جگہ کا نام نہیں ہے بلکہ ''برزخ'' ''وقت'' اور ''زمانے'' کو کہتے ہیں۔اور ''قبر'' سے مراد ''عالم برزخ'' اس لیے کہا گیا کہ مردہ انسان کا ہر ٹھکانہ اس میں آجائے، کیونکہ جو مردہ ''قبر'' میں مدفون ہے وہ بھی ''عالَم برزخ'' میں ہے اور جو مردہ خاک وراکھ میں ہے وہ بھی ''عالَم برزخ'' میں ہے اور جو مردہ درندوں پرندوں اور مچھلیوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی ''عالَم برزخ'' میں ہے اور جو مردہ شیشے کی الماری میں رکھا ہے وہ بھی۔الغرض ''برزخ''، ''ارضی قبر'' سمیت مردہ انسان کے ہر ٹھکانے کو شامل ہے۔''

پس اکابر نے یہ جملہ بول کر قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کردی ہے اور ان کج فہموں نے خود ''اصل قبر'' کو ''قبر'' کے مفہوم سے خارج کردیا۔یہی وجہ ہے کہ یہ جملہ بولنے والے تمام علماء اسلام بوقت

سوال قبر اعادہ روح کے قائل ہیں اور قبر کی کارروائی کے لیے روح اور جسد کے تعلق کے قائل ہیں اور ''سماع موتی فی الجملہ'' کے بھی قائل ہیں۔ پس یہ منکرین کی پہلی شکارگاہ ہے، لہٰذا ہوشیار رہتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کریں کہ کہیں شکاریوں کا شکار نہ بن جائیں۔

(2)......شکارگاہ نمبر دو

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سمیت بہت سے علمائے اسلام ''جسد مثالی'' کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:

''روح کو مرنے کے بعد ایک اور ''جسد'' عطا کیا جاتا ہے جسے ''جسد مثالی'' کہتے ہیں۔''

لیکن ''منکرین حیات قبر'' اکابر کی اس بات سے بھی سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے کہ: ''دیکھو جی! فلاں فلاں بزرگ ''جسد مثالی'' کے قائل ہیں اور ہم بھی ''جسد مثالی'' کے قائل ہیں، لہٰذا ہمارا عقیدہ بھی ان بزرگوں والا ہے۔'' یقین جانیے! کہ یہ بھی ایک دھوکہ اور مغالطہ ہے، کیونکہ صوفیاء کرام کا ''جسد مثالی'' اور ہے اور ان حضرات کا ''جسد مثالی'' اور ہے۔ صوفیاء کرام جس ''جسد مثالی'' کے قائل ہیں اس کی حیثیت ''عکس'' اور ''ظل'' کی سی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سمیت تمام صوفیاء کرام ''جسد مثالی'' کی تجویز کے باوجود روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں، بوقت سوالِ قبر اعادۂ روح کے قائل ہیں اور قبر کی کارروائی میں روح اور ''جسد عنصری'' دونوں کو شامل سمجھتے ہیں، حتیٰ کہ ''سماع موتی فی الجملہ'' کے بھی قائل ہیں۔ برخلاف منکرین کے کہ ان کا ''جسد مثالی'' کسی خاص مٹیریل سے تیار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب یہ لوگ روح کو ''جسد مثالی'' میں داخل سمجھتے ہیں تو ''جسد عنصری'' سے ہر قسم کا قطع تعلق کر دیتے ہیں اور قبر میں اعادہ روح کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام کا ''جسد مثالی'' اور ہے اور منکرین کا ''جسد مثالی'' اور ہے۔ نیز صوفیاء کرام کا مسلک ان سے مختلف ہے بلکہ ان کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ والا ہے، لہٰذا صرف ''جسد مثالی'' کے لفظ سے دھوکہ نہ کھایئے اور نہ ہی ان شکاریوں کا شکار بنیے، بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کو لازم پکڑ کر اپنے ایمان کی حفاظت کیجیے۔

(۳)......شکارگاہ نمبر تین

ہمارے علماء (علماء اسلام) عالم قبر و برزخ کی حیات کو ''حیاتِ روحانی'' کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: ''یہ روح کی زندگی ہے۔'' اس قسم کے الفاظ سے بھی منکرین سادہ لوح عوام کو شکار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں فلاں علماء ''حیات روحانی'' کے قائل ہیں اور ہم بھی ''حیاتِ روحانی'' کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ علماء اسلام کی اس بات سے غلط نتیجہ اخذ کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسی بات کرنے والے علماء قطعاً ان لوگوں کے ہم عقیدہ نہیں ہیں، کیونکہ ایسا کہنے والے سب حضرات قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں، روح اور جسد کے مابین تعلق کے بھی قائل ہیں، قبر و برزخ کی کارروائی میں روح اور جسد عنصری دونوں کو شامل سمجھتے ہیں، حتیٰ کہ یہ حضرات ''سماع موتی فی الجملۃ'' کے بھی قائل ہیں۔ جبکہ منکرین ان سب امور کا انکار کرتے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ علماء اسلام قبر و برزخ کی زندگی کو ''روحانی زندگی'' سے کیوں تعبیر کرتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات ایسی بات لکھ کر ایک بہت بڑے اصول کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اصول یہ ہے کہ: ''عالم دنیا کی جزا سزا اولاً واصالۃً جسم پر وارد ہوتی ہے اور روح بالتبع اس سے متأثر ہوتی ہے۔ برخلاف عالم قبر و برزخ کے کہ وہاں روح انسانی قبر کی کارروائی سے اولاً واصالۃً متأثر ہوتی ہے اور جسد بالتبع متأثر ہوتا ہے۔ بہرحال دکھ سکھ کے حالات سے روح اور جسد ہر عالم میں دونوں متأثر ہوتے ہیں۔ البتہ عالم دنیا میں ''جسد'' اصل ہے اور ''روح'' اس کے تابع ہے تو یہاں اصل کا نام لیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے میرے سر میں درد ہے، پیٹ میں درد ہے، جان میں درد ہے، لیکن ایسا کہنے سے روح کی تکلیف کی نفی نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بھی بالتبع اس تکلیف میں شامل ہوتی ہے اور عالم برزخ و قبر میں چونکہ ''روح'' اصل بن جاتی ہے اور ''جسد'' اس کے تابع۔ تو وہاں اصل کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ''روح'' کو راحت ہو رہی ہے اور ''روح'' کو عذاب ہو رہا ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ ''حیات روحانی'' وغیرہ۔ اور ''جسد'' بالتبع اس کارروائی میں شامل رہتا ہے۔''

ان منکرین کا ''حیات روحانی'' کے لفظ سے جسم کی نفی کرنا ایک ایسی جہالت ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ ''میرے سر میں درد ہے''، دوسرا کہے کہ ''شکر کا کلمہ پڑھ کہ ''روح'' کو تو تکلیف نہیں ہو رہی۔'' بہرحال عالم دنیا میں ''جسد'' کی تکلیف کا نام لینے سے ''روح'' کی تکلیف کی نفی نہیں ہوتی اور عالم قبر و برزخ میں ''روح'' کی تکلیف کے لفظ سے ''جسم'' کی تکلیف کی نفی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہوشیار رہیے۔ یہ شکاری لوگ ہر حیلے بہانے اور ''عباراتِ اکابر'' سے من بھاتا مطلب کشید کر کے ہمارے نوجوانوں کو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اکابر علماء اہل سنت کے نقش قدم پر چل کر اپنے ایمان کی حفاظت کیجیے اور کسی شکاری کا شکار مت بنیے۔ ان لوگوں کے تمام مکر و فریب سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے بندہ عاجز کی کتاب

''منکرین حیاتِ قبر......کی......خوفناک چالیں''

کا مطالعہ فرمایئے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علماء اہل السنۃ والجماعۃ کی تعبیرات وتشریحات کو مشعلِ راہ بنا کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

املاء: ابو احمد نور محمد قادری تونسوی......خادم: جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل: لیاقت پور، ضلع: رحیم یار خان

پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی مدظلہ

فتن شناس مصلح......ظلمت کشاف محقق

عزیز محترم سرفراز حسن خان حمزہ صاحب، سلمك الله تعالیٰ من الضلالة و الجهالة

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ آپ مع اقارب واحباب بخیروعافیت ہوں گے۔

میں نے آپ کے فرمانے پر''امام اہل سنت نمبر'' کے لیے''بنیاد پیوستگی اور اسلاف وابستگی کا روشن مینار'' کے عنوان سے ایک تحریر حضرت قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب کو اوائل جولائی میں بھجوادی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اسے کسی خصوصی اشاعت کا حصہ بنانے کی بجائے علیحدہ شائع کرنا مقصودِ اشاعت کے لحاظ سے زیادہ مفید ہوگا۔ اس خیال کے اختیاری جز یعنی''اشاعت'' کی عملی شکل تو سامنے آچکی ہے، امید ہے کہ یہ مطبوعہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ، بلکہ مطالعہ سے گذر چکا ہوگا، البتہ دوسرے جز یعنی''افادیت'' کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

عید سے کچھ دن پہلے حضرت قاری صاحب نے ٹیلی فون پر آپ کا سلام وپیغام پہنچایا، اس حکمِ ثانی کی تعمیل''فتن شناس مصلح، ظلمت کشاف محقق'' کے عنوان سے ارسالِ خدمت ہے۔

جہاں تک''امام اہل سنت نمبر'' کی خصوصی اشاعت کا تعلق ہے، یہ اکابر کے بارے میں آپ کے ادب واحترام کے اظہار کے علاوہ آپ کی ایک عظیم علمی، تحقیقی اور دینی خدمت بھی ہے، جو آپ کے لیے سعادتِ عظمیٰ اور آپ کی طرف سے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین پر احسان عظیم ہے۔ سعادت تو اس لحاظ سے کہ حضرت امام اہل سنت کا خاص وصف''اسلاف سے وابستگی'' ہے، اپنے خاندانی اور دینی بزرگوں سے متعلق معلومات کو یکجا کرکے شائع کرنا ان کی روایت کو زندہ رکھنا ہے، اس میں''سرفرازیت'' کی اسی نسبت کی تاثیر بھی ہوسکتی ہے، جبکہ احسان عظیم کئی لحاظ سے ہے۔......اول یہ کہ حضرت کی علمی ودینی خدمات کے بارے میں تحقیقی کام کرنے والوں کو سہولت ہوگئی ہے۔......دوم یہ کہ محبین ومتعلقین کے احوال وکوائف اور دینی خدمات کے مخفی گوشوں سے آگاہی کے اشتیاق کی تسکین ہوگئی ہے۔......سوم یہ کہ افرادِ خانہ کے تاثرات ومشاہدات سے درونِ خانہ کی زندگی سامنے آگئی ہے...... چہارم یہ کہ اپنی اصلاح اور سیرت سنوارنے کا سب سے مؤثر ذریعہ اہل حق کی صحبت یا کم ازکم اکابر کی سوانح اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ ہے، اور اس خصوصی شمارے سے صراطِ مستقیم کی ہدایت اور ایمان وعمل میں

استقامت کی ترغیب کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کواس محنت پراجرعظیم عطا فرمائے،اسے آپ کے داداجان رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے،آپ،آپ کے والدین اورآپ کے اس علمی ودینی کارنامہ میں آپ کے جملہ معاونین کے لیےصدقہ جاریہ بنائے اورآپ کوعلم وعمل کی پختگی سے سرفرازفرمائے۔آمین

والسلام......دعا گوومحتاج دعا......ابوالکلام صدیقی......۱۵ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ /3 دسمبر 2009ء جمعرات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے زمینی خلیفہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلواۃ والسلام اوران کی زوجہ محترمہ حوارضی اللہ عنہا کو کچھ دن جنت میں مہمان رکھنے کے بعد یہ کہہ کرزمین پراتارا کہ: آپ کی اولاد میں سے جواپنی دنیاوی زندگی میری اطاعت میں گزارے گا اسے عالم آخرت میں جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کیا جائے گا۔ جہاں وہ حقوق واختیارات کے لحاظ سے مالک ووارث اوراعزاز واکرام کے لحاظ سے محترم ومعظم مہمان ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک طرف تو انسانوں کے امتحان کے لئے ان کے حاسداور واضح دشمن شیطان کوگمراہ کن مطلوبہ ذرائع ووسائل سے مزین کیا اور دوسری طرف کمال شفقت ورحمت سے ان کوحق قبول کرنے کی استعداد' صراط مستقیم طلب کرنے کا شعور' ذریعہ ہدایت کی پہچان کی عقلی صلاحیت عطا فرمانے کے علاوہ ان کی ہدایت کے لئے خودان میں سے انبیاء کرام علیہم الصلواۃ والسلام مبعوث فرمائے۔اس سلسلہ نبوت میں سب سے آخر میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔آپ ﷺ نے ایک تو امت کوعملِ مطلوب یعنی سنت سے آگاہ فرمایا' دوسرے یہ کہ اس کے لئے بطورنمونہ ایمان وعمل صحابہ کرام ؓ کی مثالی' معیاری اور واجب الاتباع جماعت تیار کی اوراس بارے میں تنبیہ فرمائی کہ میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے بنیں گےان میں سے ناجی فرقہ وہ ہوگا جو(ما انا علیہ و اصحابی)صحابہ کرام ؓ کے ذریعے سے اوران کے طریقے پر میری اتباع کرنے والا ہوگا۔(ظاہر ہے کہ یہ گروہ صرف اہل السنّت والجماعت ہی کا ہو سکتا ہے) تیسرے یہ کہ آپ ﷺ نے قیامت تک پیش آنے والے نئے مسائل کے احکام قرآن وسنت سے معلوم کرنے کے لئے اجتہاد وقیاس کا طریقہ سکھلایا اورغیر مجتہدین کوتعلیماً یہ تاکید فرمائی کہ وہ نفس وعقل کی بالواسطہ یابلا واسطہ پیروی کرنے کی بجائے دینی علم وفہم میں پختگی اور ہدایت وتقویٰ میں کمال رکھنے والے حضرات یعنی مجتہدین کی اطاعت واقتدا کریں۔

چونکہ آپ ﷺ کی دنیاوی حیات مبارکہ میں وحی کا نزول اور صحابہ کرام ؓ کا اس کے مطابق ڈھلنے کا عمل جاری تھا۔اس لئے اس دوران میں تدوین دین کا باقاعدہ اہتمام نہیں کیا گیا۔آپ ﷺ کی وفات کے

بعد سب سے پہلے حضرت فاروقِ اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فتن شناس بصیرت اور ایمانی فراست نے اولین خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قرآنِ مجید تحریری شکل میں یکجا کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اسلام کی علاقائی اور افرادی وسعت نے دقیق النظر، وسیع الفکر اور اہل بصیرت وفراست علماء دین اور فقہاء مجتہدین میں لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف سے حفاظت کے لئے احادیث مبارکہ اور فقہ (یعنی احکامِ شریعت اور فہمِ قرآن وسنت) کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت کا احساس وادراک پختہ کردیا جس کے نتیجے میں تابعین وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے دور میں حدیث وفقہ کے متعدد مجموعے وجود میں آ گئے، جس طرح حدیث میں ابواب وارترتیب میں اولیت کا شرف سراج المحدثین، امام المجتہدین اور رئیس الفقہاء امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے اسی طرح تدوین فقہ میں بھی وہ اولیت وانفرادیّت اور قبولیّت ومقبولیّت کے لحاظ سے ممتاز اور بلند مقام رکھتے ہیں۔

قرونِ اولیٰ میں ہر علاقے کے لوگ اپنے علاقے کے فقیہِ اعظم کی پیروی کرتے تھے مگر جب باقاعدہ فقہی مجموعے مرتب ہو گئے تو عوام نے اپنے علماء کی وساطت سے ان کی پیروی اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ کا نظامِ حکمت ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد متعدد فقہی مجموعوں میں سے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی صرف چار کی تقلید باقی رہ گئی اور اس دور کے بعد کے مجتہدین، مفسرین، محدثین اور فقہاء نے بحیثیت مجموعی ان میں سے کسی ایک سے وابستگی اختیار کر لی۔ علماء امت کے اس عملی اور سکوتی اجماع سے یہ واضح ہو گیا کہ چوتھی صدی سے قیامت تک احکامِ شریعت معلوم کرنے اور سنت پر عمل کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متصل کوئی ذریعہ ان چار کے سوا باقی نہیں رہا۔ چونکہ برّعظیم پاک وہند (پاکستان وبھارت وغیرہ) اور افغانستان وایران وغیرہ میں ان چار ذریعوں میں سے حنفی ذریعہ رائج ہے۔ لہٰذا ان مقامات کے رہنے والوں کا حنفیت کو چھوڑنا گویا کہ سبیل المومنین سے انحراف ہے اور سبیل المومنین سے انحراف پر قرآن مجید (پارہ:۵، رکوع:۱۴) میں جہنم کی وعید ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال وبے پناہ قربانیوں کے نتیجے میں جب خلافتِ راشدہ کے دور میں غلبہ اسلام کے نقوش واضح سے واضح تر ہونے لگے تو یہودیت کی شیطانی فکر نے غلبہ اسلام کو روکنے کے لئے نبوت کی بیرونی مخالفت کے ساتھ ساتھ اسلام میں داخل ہو کر صحابیّت کو نشانہ بنانا بھی ضروری سمجھا اس کے لئے پہلے وہ سبائیت کی صورت میں اسلام میں داخل ہوئی پھر اس نے مجوسیت کے پیوند اور عیسائیت کی معاونت سے رافضیت کی شکل اختیار کر کے مختلف فتنوں کو جنم دینا شروع کر دیا۔ ہر دور میں متعدد فتنے وجود میں آتے رہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے توڑ اور ان کے مقابلے میں حق کی وضاحت کا کام اپنے مخلِص ومخلَص بندوں سے لیتا رہا۔ ہمارے دور میں جو فتنے منظر عام پر آئے ان میں سے سب سے نمایاں اور

زیادہ مؤثر فتنے سات ہیں۔اول:شیعت یعنی اہل بیت کے نام پر اولین اہل بیت (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) سمیت صحابہ کرام ﷺ کی مقدس جماعت کے ایمان اور دین اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار اور جملہ اسلامی اعمال میں سبیل المومنین سے انحراف۔دوم: قادیانیت یعنی رسول اللہ ﷺ کی عظمت' صداقت اور ختم نبوت کا انکار اور عقائد واعمال میں صحابہ کرام ﷺ کی اتباع سے انحراف۔سوم: پرویزیت یعنی رسول اللہ ﷺ کے حسی معجزات' نبوت کی تعلیمات' صحابہ کرام ﷺ کی روایت اور ان کے دینی فہم کے معتبر اور واجب الاتباع ہونے کا انکار۔چہارم: غیر مقلدیت یعنی صحابہ کرام ﷺ کے دینی فہم اور معیارِ سنت ہونے کا انکار' حدیث کے نام پر سنت سے' سلفیت کے نام پر اسلاف سے اور مخالفت تقلید کے نام پر سبیل المومنین سے انحراف۔پنجم: ضعیف الاعتقادی اور بدعیت یعنی صحابہ کرام ﷺ اور حنفیت سے وابستگی کا قولی اقرار مگر لاعلمی پر مبنی افراطِ عقیدت کی مغلوبیت کی وجہ سے عملی انکار وانحراف۔ششم: مماتیت یعنی رسول اللہ ﷺ کی برزخی حیات' اس حیات کے فیوض وبرکات اور شیخین رضی اللہ عنہما کی آپ ﷺ سے مرقدی رفاقت کی فضیلت عظمیٰ کا انکار' ہفتم: تجددیت یعنی مخالفینِ اسلام متشرقین کے اعتراضات وسوالات پر جہاں ان کو مطمئن کرنے میں خود کو ناکام محسوس کرنا وہاں اسلام کی متعلقہ قطعیات کا انکار کر بیٹھنا یا مغرب سے اپنی مرعوبیت کی وجہ سے خود کو اسلام میں ڈھالنے کی بجائے اسلام کو تبدیل کر کے اسے جدید بنانے کی کوشش کرنا یا اس کی خواہش رکھنا۔

امامِ اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے دورِ حاضر کے فتنوں کی سرکوبی اور ان کے تعاقب وابطال کے لئے منتخب فرمایا۔انہوں نے نہ صرف اپنے خطبات وبیانات' دروسِ قرآنِ مجید' تفسیر وحدیث کے اسباق' تدریسی نکات اور متعدد مضامین میں ان فتنوں پر گرفت فرمائی بلکہ ان کے بارے میں مستقل کتابیں بھی تحریر کیں جن کے مطالعہ سے آپ کی متعدد امتیازی خصوصیات سامنے آتی ہیں مثلاً۔۔۔۔۔۔۔

1......اپنے مسلک کی حقانیت پر یقین محکم اور اس سے غیر متزلزل ایسی استقامتی وابستگی جو نہ تو کسی بھی مرحلے میں تذبذب یا مرعوبیت کا شکار ہوتی ہے اور نہ ہی اہل باطل کے ابھرتے ہوئے سیلابی جھاگ سے آلودہ ہوتی ہے۔

2......فتنوں کی پہچان میں بصیرتی مہارت: فتنہ خواہ تقیہ کے سیاہ نقاب میں چھپا ہوا ہو یا حجابِ فریب میں ملفوف ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مومنانہ فراست سے اس کے حقیقی خدوخال کو دیکھ لیتے اور اس کے اصل عزائم کو جان لیتے ہیں۔

3......تمام فتنوں کا احاطہ: ان کا ناقدانہ تجزیہ کسی ایک فتنے تک محدود نہیں رہتا چاہے وہ اساس

الفتن یعنی شیعیت ہو'باب الفتن یعنی غیر مقلدیت ہو'طالب الفتن یعنی مماتیت ہو'مذقوق الفتن یعنی بریلویت ہو'عروج الفتن یعنی تجددیت ہو یا انتہاء الفتن یعنی قادیانیت وپرویزیت ہوان کا قلم ان سب کے پردہ ہائے فریب کو چاک کرتا چلا جاتا ہے۔

4......سرسری جائزے کی بجائے مکمل تحقیق: جس فتنے پر لکھنے کا ارادہ کرتے ہیں اس کے کسی ایک پہلو کو سامنے رکھنے کی بجائے اس کے پورے عقائد ونظریات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔سنی سنائی باتوں پرانحصار نہیں کرتے بلکہ خوداس گروہ کے ذمہ دارافراد کے بیانات اوران کی تحریروں کو سامنے رکھتے ہیں۔پھر یہ کہ ان مآخذ کا رسمی کی بجائے گہری نظر سے تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں۔

5......کشف ظلمات: جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کے تمام پہلوؤں کو منور کردیتے ہیں۔ ایک کامیاب ماہر جراح کی طرح تمام فاسد مواد نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔مثلاً غیر مقلدین کی دعوت کا ذریعہ سورۃ الفاتحہ کی قراءت'رکوع کا رفع یدین اورنماز میں اونچی آواز میں آمین ہے'چوتھے دن کی قربانی اور آٹھ رکعت نماز تراویح ان کا خود کو نمایاں کرنے کا شوشہ ہے' تین طلاق کو ایک قرار دینا ان کی تعداد میں اضافے کا راز ہے۔ان کا ہدف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان کا مقصود حنفی مقلدین کو خیر القرون کے امام المجتہدین کی تقلید سے نکال کر اپنی تقلید میں الجھانا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ مقلدین مشرک ہیں اور اہل جنت صرف ہم ہیں۔امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا اشہب قلم ان تمام موضوعات میں گھوما ہے اورانہوں نے کسی موضوع کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ رفع یدین پران کی اپنی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی مگراس موضوع پربھی ''پیش لفظ'' کے عنوان سے ان کی تحریر ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع کی کتاب ''نورالصباح'' میں موجود ہے۔

6......جذباتیت کی بجائے شگفتگی آمیز سنجیدگی

7......مدلل اندازِ گفتگو: امام اہل السنّت عقائد میں اس کے چاروں مآخذ یعنی قرآنِ مجید'خبرِ تواتر' اجماع اورعقل سلیم سے اوراسی طرح احکام ومسائل میں ان کے چاروں مآخذ یعنی قرآن مجید'سنت'اجماع اور قیاس سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

8......حُسنِ استدلال: امام اہلِ السنّت جس گروہ کے بارے میں گفتگو فرماتے ہیں عموماً دوقسم کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ایک قسم کے دلائل ان حوالوں پر مشتمل ہوتے ہیں جن پر اپنے ہم مسلک افراد کو اعتماد ہوتا ہے تا کہ ان کے اطمینانِ قلب کا سامان ہوجائے جبکہ دوسری قسم کے دلائل وہ ہوتے ہیں جن کو ٹھکرانا فریق مخالف کے لئے ممکن نہیں ہوتا کیونکہ ان کا تعلق خودان کے قابلِ اعتماد مآخذ سے ہوتا ہے۔مثلاً انہوں

نے بریلویت سے متعلق جو کتابیں تحریر کی ہیں ان میں حنفی اکابرین (یعنی محدثین وفقہاء) کے حوالے دیئے ہیں۔جس کی وجہ سے بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے لئے صرف دوراستے رہ جاتے ہیں یا تو وہ حنفیت کا دعویٰ چھوڑ دیں یا پھر اپنے عقائد واعمال کو حنفیت کے مطابق کرلیں۔اسی طرح قادیانیت کا رد خود مرزا کے متضاد بیانات سے کرتے ہیں اور پرویزیت کے رد میں عقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔

9......اعتدال وتوازن: امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے جن مذہبی یا مسلکی گروہوں کے نظریات و عقائد پر خامہ فرسائی کی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جو بظاہر ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر اس کے باوجود وہ کسی فریق پر اس انداز سے گرفت نہیں کرتے کہ دوسری طرف کے باطل نظریئے کو تقویت مل جائے۔مثلاً توسل، برزخی حیات وغیرہ میں بڑے محتاط انداز میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے راہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

10......مجادلانہ ومخالفانہ کی بجائے مبلغانہ اور مصلحانہ انداز: اللہ تعالیٰ نے پارہ:۵، رکوع:۶، سورۃ النساء آیت:۶۳ میں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان (مخالفین) کے اثرات سے بچتے ہوئے ان کو قول بلیغ یعنی مؤثر کلمات میں نصیحت فرماتے رہیں۔مولانا سرفراز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اس کے مطابق تھا انہوں نے اپنی کتابوں میں اشخاص کو نہیں عقائد ونظریات اور اعمال کو موضوع بنایا۔انہیں مریض سے نہیں مرض سے نفرت ہے۔وہ اہل باطل کے نہیں ان کے باطل نظریات کے مخالف ہیں۔ان کی تحریروں میں تکفیر (کسی کو کافر کہنے) کی بجائے تفکیر (غور وفکر) کی دعوت پائی جاتی ہے۔ان کا قلم مخالف کا خنجر نہیں۔شفیق وخیر خواہ ماہر سرجن کا نشتر ہے۔

مختصر یہ کہ وہ حق کی علامت اس کے داعی ومحافظ، اہل حق کے ترجمان، اہل السنّت والجماعت کی متاع بے بہا، احناف کے سرخیل، علومِ تفسیر وحدیث کے مشاق، علم وتحقیق کے شہسوار، ماہر فتن شناس، جہالت و ضلالت کی ظلمتوں کے کشّاف تھے۔ان کے علمی آثار یعنی بیانات، دروس، مضامین اور کتابیں ہم مسلکوں کے لئے اطمینانِ قلب اور استقامت کا ذریعہ، اغیار ومخالفین کے لئے ذریعہ اصلاح اور دعوتِ غور وفکر، طالبانِ حق کے لئے ہدایت کا مینار، علومِ دینیّہ کے طلبہ کے لئے درسِ اخلاص اور ترغیبِ محنت، علماء کے لئے ذخیرہ معلومات اور محققین کے لئے نمونہ تحقیق ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے استفادے اور ان کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وتحقیقی محنتوں اور اصلاحی کوششوں کو سعی مشکور اور صدقہ جاریہ بنائے۔ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اپنے انعام یافتہ بندوں میں شامل فرمائے۔اور ہمیں اپنے دین کے لئے ایسے قبول فرمائے جیسا اُس نے صحابہ کرام ﷺ کو قبول فرمایا۔آمین!!

قاضی سراج نعمانی، نوشہرہ صدر

لمبی عمر......اور......احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طویل عمر جب ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ ہو تو بہت بڑی سعادت ہے۔

۱......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مال و عمر میں برکت کی دعا دی تھی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس دعا کی برکت سے سو سال سے زیادہ عمر پائی تھی۔ بعض حضرات کے مطابق ان کی عمر ایک سو سات سال تھی۔ (فتح الباری، ج ۱۸، ص ۱۱۹)

۲......اسی طرح مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کی عمر ایک سو بیس سال بتائی گئی۔

(تحفة الاحوذی، ج ۸، ص ۴۴۷)

۳......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر اڑھائی سو سال سے ساڑھے تین سو سال بیان کی گئی۔

(تحفة الاحوذی، ج ۸، ص ۴۴۷)

۴......حضرت اسماء بنت ابی بکر کی عمر ایک سو سال بتائی گئی۔ (ایضا)۔ وغیرہ وغیرہ

عصر حاضر میں اسی طرح امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ [چکوال] اور اب حال ہی میں شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ [کندیاں والوں] نے سو سو سال کے لگ بھگ عمریں پائیں، نیک اعمال کے ساتھ لمبی عمر کا ذکر بعض احادیث میں آیا ہے، ان میں سے چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

[۱]......''عن عبداللہ بن بسر، ان اعرابیا قال یارسول اللہ !ایّ الناس خیر؟ قال: من طال عمرہ''(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک دیہاتی نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں کون سا شخص بہترین ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو۔

[۲]......''عن عبدالرحمن بن ابی بکرۃ عن ابیہ ان رجلا، قال: یارسول اللہ! ایّ الناس خیرا؟ قال: من طال عمرہ وحسن عملہ، قال فایّ الناس شر؟ قال: من طال عمرہ وساء عملہ.''(ترمذی)

حضرت ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کون

سا شخص لوگوں میں بہترین ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی عمر طویل ہو اور اس کا عمل اچھا ہو، پھر پوچھا، لوگوں میں بدترین شخص کون سا ہے؟ فرمایا: جس کی عمر تو زیادہ ہو مگر اس کا عمل خراب ہو۔

[۳]......''**عن ابن عمر، قال: سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: الاادلكم علىٰ اشرف امتي؟ قالوا، بلىٰ يارسول الله! قال: من طال عمره وحسن عمله ورجىٰ خيره وامن شره. الاادلكم علىٰ شرار امتي؟ قالوا: نعم، قال: من طال عمره وساء عمله وايس من خيره ولم يومن من شره.** ''(حلية الاولياء، ج۳، ص ۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے: کیا میں تمہیں اپنی امت کے اشرف (نیک بزرگ) کا نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا: جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھا ہو، اس سے بھلائی اور نیکی کی امید ہو اور اس کے شر سے محفوظ ہو، پھر فرمایا: کیا تمہیں اپنی امت کے بدترین لوگوں کا بتاؤں؟ صحابہ کرام نے کہا، جی! تو فرمایا: جس کی عمر زیادہ ہو (مگر) عمل خراب ہو، اس سے بھلائی کی امید نہ ہو، اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔

[۴]......''**عن انس بن مالک، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، مامن عبد يعمر فى الاسلام اربعين سنة، الاصرف الله عنه ثلاثة انواع من الطبلاء، الجنون والجذام والبرص. فاذا بلغ الخمسين، لين الله عليه الحساب. فاذا بلغ ا لستين، رزقه الله الانابة اليه لما يحب. فاذا بلغ السبعين، احبه الله احبه اهل السماء. فاذا بلغ الثمانين، قبل الله حسناته وتجاوز عن سيأته. فاذا بلغ التسعين، غفر الله ماتقدم من ذنبه وماتأخر وسُمِّي اسيرالله فى ارضه، وشفع فى اهل بيته.** ''(كنزالعمال، ج۱۵، ص ۶۷۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ حالت اسلام میں چالیس سال کی عمر کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے تین بلائیں ۱۔جنون ۲۔جذام اور ۳۔برص دور فرما دیتے ہیں۔ پھر جب یہ بندہ پچاس سال کی عمر کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب کتاب آسان فرما دیتے ہیں۔ پھر جب یہ ساٹھ سال کی عمر کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور ان کاموں کی بھی جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ پھر جب یہ ستر سال کی عمر کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں قبول فرماتے ہیں اور اس کی غلطیوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ پھر جب یہ نوے سال کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور اس کا نام زمین میں ''اللہ کا قیدی'' رکھ دیا جاتا ہے اور اس کی سفارش اس کے گھر والوں کے بارے میں قبول کی جاتی ہے۔

[۵]......کم وبیش انہی الفاظ سے صاحب کنز العمال نے ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی ہے جس کے آخر میں اس کے لیے اپنے خاندان کے ستر افراد کے لیے سفارش کرنے کا ذکر ہے۔(حوالہ بالا)

[٦]......اسی طرح کنز العمال میں ہی ایک دوسری روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سالتُ اللہ فی ابناء الاربعین من امتی، فقال: یامحمد!قدغفرتُ لھم،قلتُ وابناء الخمسین؟ قال: انی قدغفرتُ لھم. قلت فابناء الستین؟ قال: قد غفرت لھم. قلت فابناء السبعین؟قال: یامحمد! انی لاستحیی من عبدی ان اعمرہ سبعین سنة، یعبدنی لایشرک بی شئیا، ان اعذبہ بالنار، فاما ابناء الاحقاب ابناء الثمانین والتسعین فانی واقف یوم القیامة فقائل لھم ادخلوا من احببتم الجنةمن الناس''(کنز العمال،ایضا)

''میں نے اللہ تعالیٰ اپنی امت کے چالیس سال والوں کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! میں انہیں بخش چکا ہوں۔ میں نے پھر پچاس سال والوں کے متعلق سوال کیا تو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں بخش چکا ہوں۔ پھر میں نے ساٹھ سال والوں کے بارے میں سوال کیا تو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں بخش چکا ہوں۔ پھر میں نے ستر سال والوں کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! میں اپنے اس بندے سے حیا کرتا ہوں جسے میں ستر سال عمر دوں، وہ میری عبادت کرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، تو ایسے بندے کو دوزخ کا عذاب دوں۔ اور بہر حال اسی سال اور نوے سال کی عمر والے تو میں قیامت کے دن کھڑا ہوں گا اور انہیں کہوں گا: لوگوں میں سے جن کی تم سفارش کرنا چاہتے ہو انہیں جنت میں لے جاؤ!۔''

شاید اسی لیے کہا گیا ہے کہ خیر وعافیت کے ساتھ لمبی عمر انبیاء علیہم السلام کی صفات میں سے ہے،

''طول العمر مع العافیة من خلع الانبیاء علیھم السلام''

(المحاضرات فی اللغة والادب۔ج١،ص١٣١)

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

''المجاھد قال ، قال داؤد علیہ السلام ، یارب تعالیٰ عمری کبر سنی وضعف رکتی فاوحی اللہ الیہ یاداؤد! طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ''.

(تفسیر در منثور۔ج٨،ص٣٩٨......مصنف ابن ابی شیبہ۔ج٨،ص١١٧)

داؤد علیہ السلام نے دعا مانگی، یا اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میرا جسم کمزور ہوگیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی: اے داؤد! خوشخبری ہے اس کے لیے جس کی عمر زیادہ ہوا اور اس کا عمل اچھا ہو، کیونکہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال ہی مومن کے لیے نیک درجات کی بلندی کا سبب بنتے ہیں۔

"لیس احد عنداللہ افضل من مومن یعمر فی الاسلام للتھلیل والتسبیح والتکبیر"(الاستذکار لابن عبدالبر. ج ۱، ص ۱۶۱)

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ کوئی افضل نہیں جو حالت اسلام میں اپنی عمر تہلیل، تسبیح اور تکبیر کے ذکر میں گزار دے۔

"لان من شان المومن الازدیاد والترقی الیٰ مقام القرب"

(شرح جامع الصغیر للمناوی. ص۱۰۱۷)

مومن کی تو شان یہی ہے کہ اسے مقام قرب میں ترقی حاصل ہو۔

"بل یؤد ان یعمر لیزداد خیرا وترتفع درجته فی الجنة"

(تفسیر ابن کثیر. ج۱۸، ص ۳۲۳)

بلکہ مومن تو چاہتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہوتا کہ وہ نیکی کرنے میں زیادتی کرے، اور جنت میں اس کا درجہ بلند ہو جائے۔

"عن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم، قال: اذا ارادا للہ بعبد خیرا استعمله، قیل کیف یستعمله؟ قال: یوفقه بعمل صالح قبل الموت، ثم یقبضه"

(فقه السنة. ج ۱، ص ۴۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے استعمال فرماتے ہیں' پوچھا گیا کہ بندے کو کیسے استعمال کرتے ہیں؟ فرمایا: ''اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دے دی جاتی ہے، پھر اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔''

بہر حال لمبی عمر نیک اعمال کے ساتھ ایک خدائی نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے بعض پسندیدہ بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ جبکہ نافرمان لوگوں کو اگر لمبی عمر حاصل ہو جائے تو یہ ان کو مہلت دی گئی ہے۔ اور وہ ان پر حجت ہوگی۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اعلموا ان طول العمر حجة، فتعوذ باللہ ان لغیر بطول العمر"

(تفسیر ابن کثیر، ج۶، ص ۵۵۳......درمنثور. ج۸، ص ۲۸۳)

جان لو کہ لمبی عمر حجت ہے، ہم اللہ تعالیٰ نے پناہ چاہتے ہیں کہ ہم لمبی عمر کی وجہ سے شرمسار ہو جائیں۔

☆......☆......☆......☆

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

مسئلہ وحدۃ الوجود......اور......آل غیر مقلدیت

(......قسط نمبر 3......)

نوٹ: (۱)......اس مضمون کی اول قسط میں سب سے پہلی بات (نمبرا) کا حوالہ [خطبات بہاولپوری، ص:۲۸۶] دیا گیا تھا، وہ خطبات بہاولپوری کے پرانے ایڈیشن کے مطابق تھا، جس پر جلد نمبر درج نہیں تھا، نئے ایڈیشن کے مطابق اس کا حوالہ یہ ہے [خطبات بہاولپوری، ص:۲۳۶، ج:۱، خطبہ۱۳] نیز یہی بات ڈاکٹر شفیق الرحمٰن غیر مقلد نے بھی نقل کی ہے۔[اہل توحید کے لیے لمحۂ فکریہ، ص:۲۲......مشمولہ: رسائل اہل حدیث، ج:۲]
(۲)......قسط نمبر دو (۲) کے آخری الفاظ یوں ہیں: ''داؤد غزنوی صاحب نہ صرف ابن عربی کو معظم ومکرم سمجھتے ہیں بلکہ وہ انہیں اپنا بزرگ بھی قرار دیتے ہیں۔اس کا ثبوت ہمارے اس مضمون میں ''ابن عربی کا دفاع'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔[ادارہ]

ابن عربی کی تعریف میں وسعت ظرفی

غیر مقلدین کے مذکورہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ''وحدۃ الوجود'' کا نظریہ رکھنے والے ابن عربی کا بہت بڑا مقام ہے۔انہوں نے ان کی تعریف وتوصیف میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے میں ''وسعت ظرفی'' سے کام لیا ہے، حتیٰ کہ ان کی مدح سرائی میں وہ باتیں بھی کہہ دیں جو دوسروں کے حق میں جائز نہیں سمجھتے۔اس اجمال کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں

(۱)......غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ: ''کوئی بھی ''مقلد'' ولی نہیں ہوسکتا۔'' [رسائل بہاولپوری ص:۵۰]

یعنی احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ میں سے کوئی بھی ولایت حاصل نہیں کرسکتا، ولایت کے حصول تک غیر مقلد ہی پہنچ سکتا ہے۔جس طبقہ نے مقلدین کو ولی تسلیم نہیں کیا اسی کے چیدہ علماء نے ابن عربی کو نہ صرف ولی تسلیم کیا بلکہ انہیں ''خاتم الولاية المحمدية'' کا اعزاز بھی دے دیا۔

(۲)......غیر مقلدین کو کہیں لکھا مل گیا کہ: ''اب اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا ہے'' تو اس پر انہوں نے شور مچا دیا اور کہا ''اجتہاد کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔'' [مقالات اثری، ص:۱۴]

حیرت ہے جس طبقہ نے ''اجتہاد کے دروازہ بند'' والی عبارت پر واویلا کیا اسی طبقہ کے لوگوں نے ''ولایت'' کو ختم کرکے ابن عربی کو ''خاتم الولاية المحمدية'' مان لیا ہے۔

(۳)......غیر مقلدین نے امام ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کو ''امام اعظم'' کہنے پر اعتراض کیا کہ امتی

''امام اعظم''، نہیں ہوسکتا، مگر ابن عربی کو ''شیخ اکبر'' قرار دیتے وقت اس ضابطہ کو دفن کر دیا اور امتی کو ''شیخ اکبر'' تسلیم کر لیا۔[**الحیات بعد الممات،** ص:۶۱۲] سوال یہ ہے کہ امتی اگر ''امام اعظم'' نہیں بن سکتا تو ''شیخ اکبر'' کیسے بن گیا؟ بالفاظ دیگر اگر ''امام اعظم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ''شیخ اکبر'' بھی تو آپ کے اصول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوسکتے ہیں۔

(۴)......آل غیر مقلدیت کے ایک عالم نے مسلم شریف کے راوی ''عبدالرحمٰن بن اسحاق مدنی'' کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ''صدوق'' تو ہے مگر ''امام'' کے مرتبہ پر فائز نہیں۔[مولانا سرفراز اپنی تصانیف کے آئینہ میں،ص:۱۰۱]

ایک طرف مسلم کے راویٔ صدوق محدث کو ''امام'' کہنا درست نہیں اور دوسری طرف اسی کی جماعت کے لوگوں نے ابن عربی کو ''امامت'' کا درجہ دے دیا۔[سیرۃ البخاری،ص:۳۰۹]

(۵)......آل غیر مقلدیت کا کہنا ہے کہ:''فوت شدہ انسان کا وسیلہ دے کر دعا کرنا درست نہیں ہے۔''

مگر دوسری طرف ان کے عالم نے جب ابن عربی کے حق میں دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی ہے جیسا کہ ہم ماقبل میں نقل کر چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آل غیر مقلدیت نے ابن عربی کو خراج عقیدت پیش کرنے میں انتہائی ''وسعت ظرفی'' کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ وہ کام بھی کر گئے جو ان کے حلقہ میں ممنوع ہیں۔

(۶)......آل غیر مقلدیت کے ایک بزرگ نے لکھا کہ:''رضی اللہ عنہ'' کا دعائیہ جملہ صحابہ کرام کے لیے مختص ہے، کسی اور کے نام کے ساتھ یہ لکھنا درست نہیں، لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نام کے ساتھ نہ لکھا جائے۔
[تبلیغی جماعت کا تحقیقی جائزہ،ص:۹۱]

مگر غیر مقلدین کی کتاب [**الحیات بعد الممات،** ص:۶۱۲] پر ''شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ'' لکھا ہوا ہے۔

عجیب بات ہے کہ خیر القرون کے امام ابوحنیفہ کو ''رضی اللہ عنہ'' کی دعا دینے پر اعتراض اور ''ابن عربی رضی اللہ عنہ'' لکھے جانے پر مہر سکوت؟

(۷)......غیر مقلدین اپنی خاص اصطلاح کے مطابق امام ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کو ''اہل الرائے'' کہتے ہیں، مگر اس کے برعکس شیخ ابن عربی کو ''اہل حدیث'' قرار دیتے ہیں، یعنی اپنے زعم کے مطابق جو مقام وہ امام ابوحنیفہ کو دینے کے لیے تیار نہیں وہ شیخ ابن عربی کو عطا کر چکے ہیں۔

(۸)......غیر مقلدین حضرات، مقلدین کو تو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی سمجھتے ہیں، لیکن شیخ ابن عربی کو مقربان الٰہی میں سے قرار دیتے ہوئے عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔(جاری ہے۔۔۔)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی......کا......تعاقب

(......قسط نمبر 2......)

''تقلید'' پر بعض اعتراضات کا جائزہ

اعتراض نمبر2......مسئلہ پوچھنے کو''تقلید'' کہنا غلط ہے

زبیر علی زئی مماتی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا ''تقلید'' نہیں ہے، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے دن کا نام رات رکھ دیا جائے۔'' [دین میں ''تقلید'' کا مسئلہ،ص:۲۴]

الجواب:

(۱)......حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فان العامة لابدلها من تقليد علماء ها عندالنازلة تنزل بها.''

[جامع بيان العلم وفضله، ج:۲،ص:۱۱۴]

زبیر علی زئی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''رہے عوام، تو ان پر مسئلہ پیش آنے کی صورت میں ان کے علماء کی ''تقلید'' ضروری ہے۔''

[دین میں ''تقلید'' کا مسئلہ،ص:۴۴]

زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک حافظ ابن عبدالبر ''تقلید'' نہ کرتے تھے بلکہ ان کا شمار ان حضرات میں ہے جنہوں نے ''تقلید'' کی مخالفت کی ہے۔[علمی مقالات، ج:۳،ص:۴۰]

(۲)......علامہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

''واما من يسوغ له التقليد فهو العامي الذی لايعرف طرق الاحكام الشرعية فيجوز له ان يقلد عالما ويعمل بقوله قال الله تعالىٰ :فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون''[الفقيه و المتفقه، ج۲،ص۶۸]

زبیر علی زئی صاحب نے خطیب کی اس عبارت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

''''تقلید'' جس کے لیے جائز ہے وہ ایسا عامی (جاہل) ہے جو شرعی احکام کے دلائل نہیں جانتا، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی ''تقلید'' کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھ لو!'' [دین میں ''تقلید'' کا مسئلہ،ص:۴۴]

حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی کی مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا بھی ''تقلید'' ہی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب مذکورہ بالا دونوں عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس طرح کے اقوال بعض دوسرے علماء کے بھی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عامی (جاہل) عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرے گا اور یہ ''تقلید'' ہے۔'' [دین میں ''تقلید'' کا مسئلہ، ص:۴۴]

زبیر علی زئی صاحب کا حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی جیسی علمی شخصیت سے اختلاف کرنا حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتا۔

(۳)......امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان العامی یجب علیہ تقلیدالعلماء فی احکام الحوادث''[تفسیر کبیر، ج۳، ص۲۷۲]

عام آدمی پر واجب ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل واحکام کے بارے میں علماء کی ''تقلید'' کرے۔''

امام رازی کے نزدیک بھی احکام ومسائل میں علماء کی پیروی کرنا ''تقلید'' ہوا۔

(۴)......غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''جس آیت کے حکم سے ''تقلید'' ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لاعلمی ہو، **قال تعالیٰ: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون**''یعنی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم۔ اور یہی آیت دلیل ہے ''وجوبِ تقلید'' پر۔[معیار الحق، ص:۷۴]

میاں صاحب کا مسئلہ پوچھ کر بتانے والی آیت سے ''تقلید'' کو واجب بتانا دلیل ہے اس بات پر کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا ان کے نزدیک ''تقلید'' ہے۔

(۵)......میاں صاحب نے خاص غرض کے حصول کے لیے اپنی کتاب میں علماء وفقہاء کی کئی عبارتیں نقل کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ پوچھنا بھی ''تقلید'' ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:

''امام مجتہد شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی ''مقلد'' کسی مسئلہ میں امام کی ''تقلید'' کرے تو اس کو یہ ضروری نہیں کہ اور مسائل میں بھی اسی امام کی ''تقلید'' کرے، کیونکہ زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ اصحاب مذاہب تک یہی چال تھی کہ بدوں تخصیص ایک مذہب کی ''تقلید'' کیا کرتے تھے۔[معیار الحق، ص:۹۹]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزالدین بن عبدالسلام میاں صاحب کے نزدیک ''امام''، ''مجتہد'' اور ''شیخ'' ہیں۔

(۶)......غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''تقلید مطلق'' یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے جو اہلحدیث کا مذہب

ہے۔''تقلید شخصی'' یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے جو مقلدین کا مذہب ہے۔
[فتاویٰ ثنائیہ، ج:۱،ص:۲۵۶]

اس عبارت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا ''تقلید'' ہے اور اس طرح کی ''تقلید'' اہلحدیث بھی کیا کرتے ہیں۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب، زبیر علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ یعنی دادا اُستاد ہیں، انہیں بعض غیر مقلدین کی طرف سے ''امت محمدیہ کا ہیرو'' کہا گیا ہے۔[تحفہ حنفیہ،ص:۳۷۶] اور یہ تو ہر عقلمند جانتا ہے کہ 'ہیرو' کے مقابلہ میں ''زیرو'' کی حیثیت نہیں ہوتی، لہٰذا علی زئی صاحب کی رائے ان کے مقابلہ میں ''مرجوح'' ہے، بلکہ انہی سے الفاظ مستعار لے کر کہتا ہوں کہ آپ کی رائے غلط، باطل اور مردود ہے۔

(۷)......وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''جو شخص ''مجتہد'' نہ ہونے کے ساتھ ان مسائل میں جو قرآن وحدیث سے نہیں ملتے، سلف صالحین وتابعین وغیرہم سے کسی نہ کسی کی ''تقلید'' وپیروی کرے وہ اہلحدیث ہو سکتا ہے، (اور) جو سب کی تقلید وپیروی چھوڑ کر خود ''مجتہد'' بن بیٹھے وہ اہلحدیث نہیں رہتا بلکہ ایک نہ ایک دن دہریت والحاد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' (اشاعة السنة ،جلد:۲،صفحہ:۱۵۳)

اس عبارت میں منجملہ باتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ مسائل میں سلف صالحین کی پیروی کرنا ''تقلید'' ہے۔

(۸)...... بٹالوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

''جس مسئلہ میں ''حدیث صحیح'' مجھے نہیں ملتی، اس مسئلہ میں مَیں اقوال مذہب امام (ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔ناقل) سے کسی قول پر صرف اس حسن ظن سے کہ اس مسئلہ کی دلیل ان کو پہنچی ہوگی ''تقلید'' کر لیتا ہوں، ایسا ہی ہمارے شیخ وشیخ الکل (میاں نذیر حسین دہلوی، ناقل) کا مدت العمری عمل رہا اور اسی پر ایک عالَم کا عمل ہے، اس بیان سے فائدہ اس ''تقلید'' کا بھی ظاہر ہوا۔'' (اشاعة السنة، ج:۲۲،ص:۳۱۰)

اس عبارت کا عکس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی کتاب ''تاریخ ختم نبوت ،صفحہ:۴۳۸'' پر دیکھا جا سکتا ہے۔

بٹالوی صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ کسی صاحب علم کا بیان فرمودہ مسئلہ قبول کرنا ''تقلید'' ہے۔

(۹)...... بٹالوی صاحب مزید رقم طراز ہیں:

''جو اس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ کتاب وسنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا ''تقلید'' نہیں بلکہ اتباع ہے، یہ ایک لفظی نزاع ہے جس کو وہ اتباع کہتے ہیں اس کا دوسرے علماء ''تقلید'' نام رکھتے ہیں،

کیونکہ ''تقلید'' بے دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل واتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے، عامی کو جو کتاب وسنت کا علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتے ہیں جو عرفاً ''تقلید'' کہلاتی ہے، کسی عامی آدمی کو اگر کوئی عالم یہ بھی کہہ دے کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث میں یوں آیا ہے تب بھی وہ اس قول کو بے دلیل تسلیم کر لیتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث کا علم اس کو حاصل نہیں ہوتا اور اگر کوئی عالم اس کو آیت قرآن یا حدیث پڑھ کر سنا دے یا طوطے کی طرح یاد کرا دے تب بھی وہ آیت وحدیث کے معنیٰ اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے میں اس عالم کا ''مقلد'' کہلاتا ہے، کیونکہ وہ کسی دلیل سے نہیں جانتا کہ آیت یا حدیث کے وہ معنیٰ جو اس عالم نے اس کو بتائے ہیں کیونکر صحیح ہیں اور اس حدیث کی صحت کیونکر ثابت ہے، لہٰذا اس کی یہ تسلیم بلا دلیل ہے جو ''تقلید'' کہلاتی ہے، گو اس کو کوئی ''تقلید'' نہ کہے اتباع کا نام رکھے۔(اشاعة السنة، ج:۱۱،ص:۵۰۵۔بحوالہ:تجلیات صفدر،ج:۳،ص۵۰۴)

مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہنے پر یہ واضح ترین عبارت ہے، اس میں تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ عالم مسئلہ پوچھنے والے کو اس مسئلہ کی دلیل بھی قرآن وحدیث سے بیان کر دے تب بھی یہ ''تقلید'' ہے۔

تنبیہ: محمد حسین بٹالوی صاحب کی کاوش ''اشاعۃ السنۃ'' کا غیر مقلدین کے نزدیک بہت بڑا مقام ہے، انہوں نے اس کی خوب مدح سرائی کی ہے۔ضرورت پڑی تو وہ خراج تحسین ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر کے اسے ''متروک'' قرار دینے والے کا رد کریں گے۔ان شاءاللہ

(۱۰)......نواب وحیدالزمان صاحب لکھتے ہیں:

''ثم اختلفوا هل يجوز ان يقلد الرجل فى بعض المسائل الشافعى وفى بعضها اباحنيفة ؟ الصحيح انه لابأس به لان الصحابة كانوا لاينكرون علىٰ من قلد بعضهم فى مسائل وقلد الآخرين فى الاخرىٰ، ورجحه ابن برهان والنووى وهوالحق، ويدل عليه قوله تعالىٰ:فاسئلوا اهل الذكران كنتم لاتعلمون''

پھر لوگوں نے اختلاف کیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ آدمی بعض مسائل میں شافعی کی اور بعض میں ابوحنیفہ کی ''تقلید'' کرے؟ صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام اس شخص پر انکار نہیں کرتے تھے جو بعض مسائل میں کسی کی ''تقلید'' کرتا اور دیگر مسائل میں دوسروں کی ''تقلید'' کرتا۔اسے ابن برہان اور نووی نے راجح قرار دیا اور یہی حق ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول: پس تم اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔''(هدية المهدى من الفقه المحمدى،ج:۱۔ص:۱۱۲)

وحیدالزمان صاحب نے بھی اپنی اس عبارت میں مسئلہ پوچھنے کو ''تقلید'' کہا ہے اور اس بات کو نہ صرف حق کہا بلکہ اسے ''فقہ محمدی'' قرار دے کر امام مہدی کو ہدیہ پیش کیا ہے،

رئیس احمد ندوی غیر مقلد نے وحید الزمان صاحب کو بار بار ''امام اہلحدیث'' کہا ہے، ایک جگہ لکھا ہے:

''امام اہل حدیث نواب وحید الزمان'' (سلفی تحقیقی جائزہ، ص:۹۴۲)

زبیر علی زئی صاحب نے وحید الزمان صاحب کے ''اہل حدیث'' ہونے کا انکار کیا ان کے جواب میں مجلّہ ''نور بصیرت'' بہاولپور کی کئی قسطوں میں غیر مقلدین ہی کی شہادتوں سے وحید الزمان صاحب کا ''اہلحدیث'' ہونا ثابت کیا گیا ہے، پہلی قسط محرم ۱۴۲۹ھ میں شائع ہوئی، میری معلومات کے مطابق زبیر صاحب آج تک اس کا جواب شائع نہیں کرا سکے، اُمید ہے آئندہ بھی ہمت نہ کرسکیں گے۔ ان شاء اللہ

(۱۱)......غیر مقلدین کے ''امام العصر'' اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اور ارشاد ملاحظہ فرمایئے: امام سے دریافت کیا گیا کہ نمازِ وتر یا بارش میں نماز جمع کرنے کے سلسلے میں آیا شافعی، حنفی کی یا حنفی، شافعی کی ''تقلید'' کر سکتا ہے؟ شیخ اس کے جواب میں فرماتے ہیں "**نعم یجوز الحنفی وغیرہ ان یقلد من یجوز الجمع من المطر**" ہاں! حنفی کے لیے درست ہے کہ جمع نماز اور اس قسم کے مسائل میں شافعی کی ''تقلید'' کرے۔ (تحریک آزادیٔ فکر، ص:۲۳۰)

سلفی صاحب بھی مسائل میں پیروی کو ''تقلید'' مان رہے ہیں اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ جمع بین صلوٰتین (جو غیر مقلدین کے نزدیک حدیث کا مسئلہ ہے مگر اس کے باوجود اس مسئلہ) میں کسی کی پیروی پر ''تقلید'' کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ (جاری ہے۔۔۔۔)

وضاحت

......**۱** مجلّہ ''صفدر'' شمارہ نمبر 5 میں حضرت شیخ مولانا حبیب الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم کا بیان طبع ہوا تھا، جس کے آغاز میں انسان کو ''مسجودِ ملائکہ'' لکھا گیا، جو ظاہری طور پر ''مسجودِ حقیقی'' معلوم ہوتا تھا، حالانکہ انسان مسجود حقیقی تو نہیں، بلکہ صرف تحیۃً حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا گیا تھا۔ اور ''سجدہ تعظیمی'' پچھلی بعض شریعتوں میں بھی جائز تھا، امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں جائز نہیں۔ اس کے بارے حضرت شیخ دامت برکاتہم سے رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا:

> ''اس جگہ مسجود سے مراد ''سجدہ کا قبلہ'' ہے۔ مسجودِ حقیقی مراد نہیں۔ یا پھر ''سجدہ تعظیمی'' ہی مراد ہے، اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے "سجود تحیۃ لا بالانھناء" سجدہ سلام، بغیر جھکنے کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔''

......**۲** مجلّہ ''صفدر'' شمارہ نمبر 6 صفحہ نمبر 12 پر ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' میں ایک کتاب کا نام کمپوزر کی غلطی سے ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' لکھا گیا ہے جبکہ درست نام ''اشاعۃ السنۃ'' ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

''شیخ المشائخ نمبر''...... پر ''المفکرۃ الاسلامیہ'' کا تبصرہ

ازقلم: محمد عمر عثمانی

پیش نظر مجلّہ ''صفدر'' گجرات اکابرین دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان ہے۔اس کے مرتب مخدوم مکرم حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ العالی کے فرزند ارجمند اور صاحبزادے جناب حافظ سرفراز حسن خان حمزہ صاحب ہیں۔

پیش نظر مجلّہ ''صفدر'' کی پہلی اور خصوصی اشاعت ''شیخ المشائخ نمبر'' ہے جو کہ قائد تحریک ختم نبوت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، امام الاولیاء، خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کی یاد میں شائع کیا گیا ہے۔مجلّہ ''صفدر'' کی پہلی اشاعت ہی کیا کمال ہے...... نقش اولین کیا خوب ہے...... نقش ثانی کیا ہوگا......؟؟؟ اس خصوصی اشاعت میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں کو ملک بھر کے جید علمائے کرام اور اکابرین عظام کی جانب سے خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔مجلّہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں برادرم سرفراز حسن خان حمزہ نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ **اللھم زد فزد......**

ہم اس ''نومولود'' معاصر کو کوچۂ صحافت میں قدم رکھنے پر ''**المفکرۃ الاسلامیہ**'' کی تمام انتظامیہ کی طرف سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔